گستاخِ رسول کا شرعی حکم

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

گُستاخِ رسول کا شرعی حکم

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء جامعۃ النُّور)



ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

کتاب	:	گُستاخِ رسول کا شرعی حکم
تالیف	:	شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
پیش لفظ	:	حافظ محمد رضوان قادری مدظلہ
سن اشاعت	:	رجب المرجّب 1437 ہجری / اپریل 2016
تعداد	:	5300
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت، کراچی، پاکستان

(نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 021-32439799

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

پیش لفظ

قرآن کریم نے ایسے لوگوں کے لئے جو نبی کریم ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوں دنیا و آخرت میں ذلّت کا عذاب بیان کیا ہے اور احادیث نبویہ علیہ التحیۃ و الثناء اس پر شاہد عادل ہیں کہ ایسے موذیوں کے قتل کے احکام بارگاہِ نبوی ﷺ سے جاری ہوتے رہے یہاں تک کہ غلافِ کعبہ میں لپٹے ہوئے توہینِ رسالت کے مرتکب کو بھی معاف نہ کیا گیا۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ماورائے عدالت بھی ایسے موذیوں کا کام تمام کیا اور امتِ مصطفی ﷺ کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخِ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے۔

اور عملی طور پر احناف کے مؤقف کو دیکھا جائے تو متعدد شواہد کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ احناف نے وہی مؤقف اختیار فرمایا ہے جو امام اعظم کے شاگرد، مذہب حنفی میں ممتاز مقام کے حامل امام محمد کا ہے۔ اور جو امام مالک، امام احمد، امام شافعی اور جمہور علماء اسلام کا مؤقف ہے کہ توہینِ رسالت کا مرتکب حدّاً قتل کیا جائے، اس کی توبہ کا تعلق آخرت سے ہوگا دنیا میں اُس کی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متاٗخّرین فقہاء احناف نے یہی مؤقّف اختیار کیا ہے۔

زیرِ نظر رسالہ شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی کی تالیف ہے جو درحقیقت السیف الجلی علی سابّ النبی ﷺ مصنفہ شیخ الاسلام مخدوم ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمۃ کے اردو

ترجمہ کا مقدمہ تھا۔ ضخامت بڑھ جانے کے خوف سے اِسے علیحدہ کر لیا گیا جسے اب جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) قارئین کیلئے مفید جانتے ہوئے اسے اپنے سلسلہ اشاعت نمبر264 پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو علم دین کی خدمت کی مزید توفیق مرحمت فرمائے اور ان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

مولانا حافظ محمد رضوان
جنرل سیکریٹری
جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)



رسولوں کی تعظیم و توقیر در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی تعظیم و توقیر ہے، صرف یہی نہیں کہ انبیاء و رُسُل کی تعظیم و تکریم کو لازم قرار دیا گیا بلکہ اُن جملہ اشیاء کی تعظیم بھی ضروری قرار دی گئی جو رسولانِ عظام علیہم السلام سے منسوب ہیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الاعراف:7/157]

ترجمہ: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کی ساتھ اُترا وہی بامراد ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا، چنانچہ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ﴾ الآیۃ [الحجرات: 49/2]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عامیانہ انداز میں مخاطب کرنے سے روکا گیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ [الحجرات:49/2]

ترجمہ: اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

یہاں تک کہ اُن الفاظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دے دیا گیا کہ جن کا فائدہ اُٹھا کر مُوذی شخص گُستاخی کا ارتکاب کر سکتا تھا، چنانچہ فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْاؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ [البقرة: 2/104]

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنانہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کی لئے دردناک عذاب ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی ساتھ قلبی روابط و تعلقات رکھنے کی بھی اجازت نہیں دی جو رسول اللہ ﷺ کے گُستاخ ہوں اور آپ کی مخالفت کرتے ہوں اور ان روابط کو جائز نہ سمجھنا ایمان کی علامت بتایا گیا، چنانچہ فرمایا:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْؕ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُؕ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

[المجادلة: 58/22]

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کی رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کی باپ یا بیٹی یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف سے روح سے ان کی مدد کی، اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

اور تعظیمِ رسول اللہ ﷺ کو اہلِ اسلام کے لئے لازم قرار دیا گیا اور تعظیمِ مصطفی ﷺ کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے قلبی روابط منقطع کر لئے جائیں جو گُستاخیٔ رسول کے مرتکب ہوں، حضور ﷺ کی تعظیم کا حکم اس لئے دیا گیا کیونکہ حضور ﷺ کی عزّت کی بے حُرمتی اللہ عزّوجلّ کے دین کی کلیۃً منافی ہے، پس عزّت کی بے حُرمتی کی جائے تو نبی کریم ﷺ کا احترام و تعظیم ساقط ہو جائیں گے، اور وہ سب کچھ بھی ساقط ہو جائے گا جو آپ ﷺ اللہ عزّوجلّ کی طرف سے لے کر آئے، اِس طرح دین باطل ہو جائے گا، لہٰذا حضور ﷺ کی مِدحت، تعظیم و توقیر کا قیام پورے دین کا قیام ہے اور اُس کا سُقوط پورے دین کا سُقوط ہے، پس جب معاملہ یہ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کو لازم قرار دے دیا گیا اور ہم پر رسول اللہ ﷺ کی اُس شخص سے مدد لازم ہو گئی جس نے آپ کی عزّت کی بے حُرمتی کی ہو، اور حضور ﷺ کی یہ مدد اُس مُوذی کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہے۔

اور قرآن کریم میں شاتمینِ رسول ﷺ کو ذلیل ترین مخلوق قرار دیا گیا ہی، چنانچہ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىٕكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ﴾

[المجادلة: 58/20]

ترجمہ: بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دُکھ دیں، ایذاء پہنچائیں ان کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾ [الاحزاب: 33/57]

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے اُن کی لئے ذِلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں جمہور مفسّرین نقل کرتے ہیں: مدینہ میں کچھ اَوباش آوارہ صفت، بد مزاج اور منافقین شاتمین حضور ﷺ کے گھر والوں کے لئے تشبیب کرتے۔ گھرانۂ رسول کی توہین کرتے، افواہیں پھیلاتے، دُکھ دینے والی باتیں کرتے تو قرآن حکیم نے انہیں ملعون کہا۔

تاریخ اسلام کے مطالعے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ ہجرت سے قبل اہلِ اسلام اور نبیٔ اسلام ﷺ کفار و مشرکین کی طرف سے ایذاء دیئے جاتے اور ہجرت کے بعد غزوۂ بدر سے قبل بھی ایذاء پر صبر کا حکم رہا، اور اس غزوہ کے بعد نُزولِ برأت سے قبل جو ایذاء رسانی کرتا اُس سے قتال کیا جاتا اور غزوۂ بدر سے قبل تو ظاہر ایذاء سہتے اور صبر کا حکم دیئے جاتے اور غزوۂ بدر کے بعد منافقین وغیرہم کی طرف سے پوشیدہ طور پر ایذاء دیئے جاتے اور اُس پر صبر کا حکم تھا، غزوۂ تبوک میں کفّار و منافقین پر سختی کا حکم ہوا۔ اُس کے بعد نہ کسی کافر کو اور نہ کسی منافق کو جرأت تھی کہ وہ مجلسِ عام یا مجلسِ خاص میں ایذاء دے بلکہ وہ اپنے غیظ کی آگ میں جلتے رہتے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ ایذاء کا ایک کلمہ بھی زبان سے نکالیں گے تو قتل کر دیئے جائیں گے۔

شاتمین کے لئے حکم رسول ﷺ

نبی کریم ﷺ کو ایذاء پہنچانے والوں کے لئے قتل کے احکام خود بارگاہِ نبوی ﷺ سے جاری ہوتے جیسا کہ "کعب بن اشرف" کے لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

١۔ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فإنّه قَدْ أَذَى اللهَ و رَسُوْلَه [1]

یعنی، تم میں سے کون ہے جو کعب بن اشرف کو اس کے انجام تک پہنچائے؟ بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کو ایذاء دی ہے۔

۲۔ اور حضور ﷺ نے کچھ حضرات انصار کو "ابو رافع یہودی" کی طرف بھیجا اور ان صحابہ کے قائد حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ تھے اور یہ "ابو رافع" رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیا کرتا تھا۔[2]

۳۔ اور فتح مکہ کے موقع پر عبد اللہ بن خطل کے لئے ارشاد فرمایا "اُسے قتل کر دو کیوں نہ یہ کعبے کی پردے میں پناہ لئے ہو"۔[3]

۴۔ اسی طرح ابن خطل کی دو باندیاں "فرتنا" اور "ارنب" اور بنو عبد المطلب کی ایک باندی "سارہ" کے لئے فتح مکہ کے روز بارگاہِ رسالت ﷺ سے قتل کا حکم صادر ہوا اور آپ نے اُن کے خون کو ہَدر (رائیگاں) قرار دیا۔[4]

١۔ صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب قتل كعب ابن الأشرف، برقم: ٤٠٣٧، ٣/ ٢٥

٢۔ صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب قتل أبی رافع عبد الله بن أبی الحقيق، برقم: ٤٠٣٩، ٣/ ٢٧، و برقم: ٤٠٤٠، ٣/ ٢٨۔ و كتاب الحج، باب دخول الحرم و مكة بغير احرام، برقم:١٧١٥، و مؤطا امام مالک، کتاب الحج، جامع الحج، برقم: ٨٤٢

٣۔ صحيح البخاری، كتاب الجهاد و السير، باب قتل الأسير و قتل الصّبر، برقم: ٣٠٤٤، ٢/ ٢٨٤، و كتاب المغازی، باب أين ركز النّبیّ الرأية يوم الفتح، برقم: ٤٢٨٦، ٣/ ٩٠

٤۔ المواهب اللدنية، المقصد الرابع، فيما خصّه الله تعالیٰ به من المعجزات الخ ٢/ ٣٠٦، و شرح الزرقانی علی المواهب، ٣/ ٤٢٧

۵۔ ہجرت کے بعد ''ابو عفک'' نامی ایک بوڑھے شخص نے ایک نظم لکھی جس میں حضور ﷺ کو سبّ و شتم کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں کون ہے جو اس غلیظ اور بد کردار آدمی کو ختم کرے''؟۔[5]

۶۔ اور ''سفیان ہذلی'' گستاخِ رسول کو حضور ﷺ نے قتل کرنے کا حکم فرمایا اور حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کو اپنا عصا بطور انعام عطا فرمایا۔[6]

۷۔ اور ''معاویہ بن مغیرہ'' گستاخِ رسول شاعر تھا اُس کو رسول اللہ ﷺ نے خود گرفتار کروایا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے زبیر! اسے قتل کر دو''۔[7]

۸۔ اور ظالم ''حویرث'' کو فتحِ مکہ کے روز حضور ﷺ نے موت کی سزا سنائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے تلاش کر کے قتل کیا۔[8]

۹۔ اور ایک عورت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی تو حضور ﷺ نے فرمایا: مَن یکْفِینِیْ عَدُوِّیْ تو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے اُسے قتل کیا۔[9]

۵۔ كتاب المغازى للواقدى، سرية قتل أبى عفک، ۱/ ۱۶۳

۶۔ الخصائص الكبرى، باب ما وقع فى قتل سفيان بن نبيح الهذلى، ۲/ ۲۳۵

۷۔ السُّنَن الكُبرى للبيهقى، كتاب قسم الفيئ و الغنيمة، باب ما جاء من الأيام على من رأى، برقم: ۱۲۸۳۹، ۶/ ۵۲۰۔ وكتاب السير، يفعل بالرجال البالغين منهم، برقم: ۱۸۰۲۹، ۹/ ۱۱۱۔ مصنف عبد الرزاق، باب من سبّ النبي ﷺ كيف يصنع به الخ، برقم: (۲۶۸۳) — ۵،۹۶۷۴ / ۲۰۷، كنز العمال، ۱۳/ ۲۰۴

۸۔ كتاب المغازى للواقدى، شان غزوة الفتح، ۲/ ۲۸۱۔ اسی طرح یہ واقعہ الزرقانی (۲/ ۳۱۵)، الصارم المسلول المسئلة الأولىٰ: ان من سبّ النبي من مسلم أوكافر فانه يجب قتله، فصل السنة الثانية عشر، ص ۱۰۰ اور فتح البارى (۸/ ۹) میں بھی مذکور ہے۔

۹۔ سيرة الكازرونى، خاتمة الكتاب، الفصل السادس، ق ۳۳۹/ ب ،و أحكام أهل الملل، كتاب الحدود، باب فى شتم النبى ﷺ، برقم: ۷۳۱، ص ۲۵۷

شاتم کی سزا قتل ہے

یہ سزا حضور ﷺ نے مقرر فرمائی، چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو کسی نبی کو گالی دے اُسے قتل کر دو جو کسی صحابی کو بُرا بھلا کہے اُسے کوڑے لگاؤ۔[10]

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوشی خوشی اپنی خدمات پیش کرتے، اس طرح حضور ﷺ کے احکام کی تعمیل ہوتی اور گستاخانِ رسول ﷺ اپنے انجام کو پہنچتے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کردار

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنا کردار یہ تھا کہ اگر کسی کو دیکھتے کہ وہ حضور ﷺ کو ایذاء پہنچا رہا ہے، آپ ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے، آپ ﷺ کو سبّ و شتم کر رہا ہے تو وہ اُس موذی کے قتل کا ارادہ فرماتے کیونکہ صحابہ کرام جانتے تھے وہ قتل کا مستحق ہے۔

۱۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

یہاں میں اس صحابیٔ رسول ﷺ کے ذکر سے ابتداء کرتا ہوں جنہیں بارگاہِ رسالت ﷺ سے امین الامت کا لقب عطا ہوا، جو اسلام میں اپنی گرانقدر خدمات کے باعث اُن نفوس قدسیہ میں شامل کئے گئے جنہیں زبانِ رسالت ﷺ سے جنت کی خوشخبری دی گئی جنہیں عشرہ مبشرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ ہیں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، جنہوں نے اپنے والد کو اس لئے از خود اقدام کر کے قتل کر دیا تھا کہ وہ حضور ﷺ کو سبّ و شتم کرتا تھا اور حضور ﷺ نے اپنے غلام کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ''حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے

۱۰۔ المعجم الصغير للطبرانى، باب العين من اسمه عبدان، ۱/ ۳۳۵-۳۳۶

الفتاوى الخيرية، كتاب السير، باب المرتد، مطلب: ما حكم سابّ سيد محمد ﷺ، ۱/ ۱۷۱

اپنے والد کو قتل کیا اور رسول اللہ ﷺ سے (قتل کی وجہ) بیان کرتے ہوئے عرض کی میں نے اس کو سُنا کہ یہ آپ کو گالیاں دیتا تھا اور آپ ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔[11]

دنیا میں والد سے بڑھ کر قریبی رشتہ اور کیا ہوگا لیکن غیرتِ ایمانی سے سرشار صحابہ کرام اس کی بھی رعایت نہیں کرتے تھے۔

۲۔ حضرت عمیر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت عمیر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی مشرکہ بہن کو واصل بجہنم کیا جو حضور ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: حضرت عمیر بن اُمیہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کی ایک مشرکہ بہن تھی جب وہ حضور ﷺ کی طرف جاتے تو وہ حضور ﷺ کے حوالے سے اُن کو اذیت دیتی اور حضور ﷺ کو گالیاں دیتی۔ ایک دن یہ تلوار لے کر آئے اور اُس کو قتل کر دیا اُس کے بیٹے کھڑے ہوئے اور چیخنے لگے، کہنے لگے کہ ہمیں پتہ ہے کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ ہماری ماں مار دی گئی جب کہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے ماں باپ مشرک ہیں۔ جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ وہ اپنی ماں کے بدلے کسی اور کو قتل کر دیں گے تو وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کو قتل کی خبر دی، حضور ﷺ نے پوچھا: کیا تو نے اپنی بہن کو قتل کر دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! عرض کی اس لئے کہ وہ آپ کے معاملے میں مجھے اذیت دیتی تھی، تو حضور ﷺ نے اُن کے بیٹوں کو بلا بھیجا اور اُن سے قاتل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا تو رسول

۱۱- المجموع للنووی، 19/295

اللہ ﷺ نے انہیں اس قتل کے بارے میں بتایا اور اس کا خون "ہدر" (یعنی ضائع) قرار دیا۔ مقتولہ کے بیٹوں نے جب یہ سُنا تو کہنے لگے ہم نے سُنا اور اطاعت کی۔[12]

غور کیجئے کہ اس واقعے میں ایک شاتمہ مشرکہ عورت کے بیٹوں نے حضور ﷺ کا فیصلہ قبول کر لیا اور ہمارے ہاں حال یہ ہے کہ دوسرے لوگ شاتم کے قتل کو قانون کو ہاتھ میں لینا اور قتل کرنے والے کو مجرم قرار دیتے ہیں۔

۳۔ ایک نابینا صحابی

اور ایک نابینا صحابیٔ رسول ﷺ نے اپنی اُمّ ولد کو نبی کریم ﷺ کو سبّ و شتم کرنے پر خنجر سے قتل کر دیا اور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: "سنو! سنو! تم سب گواہ ہو جاؤ اس کا خون "ہدر" ہے۔"[13]

۱۲- المعجم الکبیر، برقم ۱۲۴، ۱۵/ ۶۴-۶۵

۱۳۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سبّ النّبیّ ﷺ، برقم: ۴۳۶۱، ۴/ ۳۴۴-۳۴۵۔ "ہدر" اُسے کہتے ہیں جس کا ضمان نہ قصاص کی ساتھ لیا جائے اور نہ دِیت اور کفّارے کے ساتھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سبّ و شتم نے اُس کے خون کو مباح کر دیا کیونکہ جب اُس صحابی نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ اُس نے اُسے اِس لئے قتل کیا ہے کہ اُس نے آپ کو سبّ شتم کیا تھا اور آپ ﷺ نے اُس عورت کے خون کو "ہدر" فرما دیا، لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو سبّ و شتم قتل کا موجب ہے جیسا کہ یہ واقعہ اِس پر ظاہر ظہور دلالت کر رہا ہے اور اِس حدیث شریف کی تحت محشّی صحاح ستّہ علامہ ابوالحسن کبیر محمد بن عبد الہادی سندھی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں کہ اِس میں اِس بات کی دلیل ہے کہ ذِمّی جب اللہ و اُس کے رسول سے اپنی زبان نہ روکے تو اُس کے لئے کوئی ذمہ نہیں، پس اُس کا قتل حلال ہے (حاشیة السّندی علی السُّنن للنّسائی، کتاب تحریم الدّم، باب الحکم فیمن سبّ النّبیّ ﷺ، برقم: ۴۰۷۶، ۴/ ۷/ ۱۱۴، وحاشیة السّندی علی السُّنَن لأبی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سبّ النبی ﷺ، برقم: ۴۳۶۱، ۴/ ۲۷۶) اور اِس حدیث شریف کے تحت امام خطابی لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں سے کسی نے مسلم شاتم رسول ﷺ کے
=

۴۔ شاتمہ یہودیہ کا واقعہ

اور ایک یہودیہ عورت نبی کریم ﷺ کو سبّ وشتم کیا کرتی تو ایک (مسلمان) شخص نے اِس جرم میں اُس کا گلا دبا دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اُس کا خون "ہدر" قرار دیا۔[14]

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودیہ عورت نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتی تھی اور توہین آمیز باتیں کرتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ (کر مار) دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُس آدمی سے قصاص یا دیت طلب نہیں فرمائی۔[15]

۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا فیصلہ قبول نہ کرنے والے منافق کی گردن اُڑا دی۔[16]

=

قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو (معالم السُّنَن، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سبّ النّبیّ ﷺ، برقم:٤٣٦١، ٤/ ٥٢٨)

١٤۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن سبّ رسول اللہ ﷺ، برقم: ٤٣٦٢، ٦/ ٤١٧۔ السُّنَنُ الکبریٰ للبیهقی، کتاب النکاح، باب استباحة قتل من سبّه أو هجاه الخ، برقم:١٣٣٧٦، ٧/ ٩٦، و کتاب الجزیة، باب یشترط علیهم أن لا یذکر الخ، برقم: ١٨٧٠٩، ٩/ ٣٣٦، و معرفة السُّنَن و الآثار، کتاب الجزیة، باب شرط علی أهل الذمّة، برقم: ٥٥٣٥، ٤/ ١٢٧

١٥۔ سنن أبی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فی من سبّ النبی، برقم: ٣٧٩٦۔ کنز العمال، ١٥/ ١٢١

۷۔ حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ

حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ جو قدیم الاسلام صحابی تھے، انہوں نے "عصماء بن مروان" کو رات کے وقت اِس لئے قتل کیا کہ آپ نے اُسے حضور ﷺ کو ایذاء دینے والے اشعار گاتے، اسلام میں عیب نکالتے ہوئے سنا تھا۔[17] اس کے بعد انہوں نے نمازِ فجر حضور ﷺ کی اقتداء میں ادا کی، نماز کے بعد حضور ﷺ نے اُسے فرمایا: "کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا؟" انہوں نے عرض کی: ہاں، اور کیا مجھ پر اس میں کچھ ہے، تو آپ ﷺ نے نفی میں جواب ارشاد فرمایا۔ اور اس جانثار غلام کی تعریف فرمائی کہ "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد میں تھا تو اُسے چاہیے کہ عمیر بن عدی کو دیکھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نابینا شخص کو دیکھو کہ جس نے رات اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزار دی ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا: "رُک جاؤ عمر! یہ نابینا نہیں ہے انکھیارا ہے"۔[18]

اور یہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ماورائے عدالت قتل تھے، نبی کریم ﷺ نے اُن سب کے خون "ہدر" قرار دیئے اور جن جانثاروں نے حضور ﷺ کی

=

١٦۔ تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، سورة النّساء، الأیة: ٦٥، برقم:٥٥٩٧، ٣/ ٧٤۔ أیضا الدُّرُّ المنثور فی التّفسیر بالماثور، سورة النّساء، الآیة: ٦٥، ٢/ ٥٤٧۔ تفسیر روح المعانی، سورة النساء، الآیة: ٦٥، ...۔أیضاً الصّارم المسلول، المسئلة الأولیٰ أنّ مَن سبَّ النَبِیّ ﷺ، فصل، ص٣٢، ٣٣

١٧۔ مُحیط البُرهانی، کتاب السِّیر، الفصل الثالث، ٧/ ٩٧۔ ٩٩

١٨۔ المواهب اللدنیة، ١/ ١٩٥، و شرح الزرقانی علی المواهب، کتاب المغازی، قتل عمیر عصماء، ٢/ ٣٤٢، المغازي للواقدي ١/ ١٦١، دار الکتب العلمیه، بیروت

گُستاخی کرنے والوں یا گُستاخی کرنے والیوں کو واصل بجہنم کیا تھا اُن سے کوئی باز پُرس نہ کی بلکہ اُن کی تعریف فرمائی۔ فی زمانہ ریاستی نظام کو درست رکھنے کی لئے عام شخص کو اس کی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ اسے حکمرانوں کے فرائض منصبی میں شامل کیا جاتا ہے لیکن حکمران اس معاملے میں کوتاہی برتیں[19] تو عوام المسلمین میں سے کوئی اس فرض کو ادا کر دے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہوتا اور اگر اس سے مواخذے کو لازم سمجھا جائے تو یہ قرآن وسنّت اور اِجماعِ اُمت کے سراسر خلاف ہوگا۔

اس معاملے میں عورتوں کو بھی استثناء حاصل نہیں

پھر احادیثِ نبویہ علیہ التحیۃ والثناء اِس پر وارد ہیں کہ جنگ میں بھی عورتوں کو قتل کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے، اور یہاں عورتیں قتل ہوئی ہیں اور حضور ﷺ قتل کرنے والوں سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں فرماتے، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی گُستاخی اور آپ کو سبّ وشتم کے معاملے میں عورتوں کو بھی کوئی استثناء حاصل نہیں ہے اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ گُستاخی کا ارتکاب کرنے والا کلمہ گو ہے یا اہلِ کتاب سے ہے یا مشرکین میں سے۔ اور یہ کہ نبیٔ اسلام ﷺ نے جنہیں جنگوں میں استثناء دیا تھا اور گُستاخی کے معاملے میں اُن کو بھی استثناء نہ رہا تو ظاہر ہے اس معاملے میں کسی کو بھی استثناء حاصل نہیں چاہے وہ حاکم یا عالم ہی کیوں نہ ہو۔

اور حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی واقعے میں غور کرنا ضروری ہے کہ آپ نے عصماء بنت مروان کو گُستاخی کرتے سنا تھا اور فوری طور پر قتل نہیں کیا بلکہ موقع ملنے کا انتظار کیا

19 جیسے غازی ملک ممتاز حسین قادری علیہ الرحمہ نے حکمرانوں کی کوتاہی کے سبب یہ اقدام اُٹھایا، اگر حکومت کی طرف سے سُستی کا مظاہرہ نہ ہوتا تو غازی صاحب کے ہاتھوں سلمان تاثیر کے قتل کی نوبت نہ آتی۔

اور رات میں موقع پا کر اُسے جہنم رسید کیا، اور ایسا کرنے میں اُن سے شریعت مطہرہ نے کوئی مؤاخذہ، باز پُرس یا اُن کے اِس اِقدام پر ملامت نہیں کی بلکہ انعام سے نوازا، تعریف وستائش فرمائی۔ اسی طرح حضرت عمیر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کے واقعے پر بھی غور کیا جائے کہ اُن کی بہن حضور ﷺ کے بارے میں انہیں ایذاء دیتی تھی، ایک روز وہ تلوار لے کر آئے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ یہاں اس کے قتل کی پلاننگ آپ نے پہلے سے فرمائی پھر قتل کیا، اور حضور ﷺ نے بیٹوں کو بلا کر خود واقعہ بتایا، حقیقت حال جاننے کے بعد بیٹوں نے کوئی اعتراض نہ کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ شاتم رسول اسی سزا کا مستحق ہے۔

اور جو لوگ ایسے واقعات میں تاخیر کو عدم عُذر کی دلیل بناتے ہیں، اس حدیث شریف میں اُن کا کامل اکمل ردّ موجود ہے۔ کیونکہ شاتم رسول کو واصل بجہنم کرنے کے لئے حکمت عملی وضع کرنا اور تدبیر اختیار کرنا صحابہ کرام کی سنّت ہے اور اسے حضور ﷺ کی تائید بھی حاصل ہے جیسے "صحیح البخاری" کی روایت کے مطابق جب حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ارشاد پر شاتم رسول کعب بن اشرف کو اعتماد میں لینے کے لئے آپ ﷺ سے کچھ تعریضی کلمات کہنے کی اجازت چاہی اور آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔

حضور ﷺ کے وصال باکمال کے بعد

ا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان

ایک گُستاخ عورت جس نے حضور ﷺ کی شان میں گُستاخی والا گیت گایا تھا اُسے گورنر یمن نے پکڑا اور بطور سزا اُس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور سامنے کی دو دانت توڑ دیئے

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر تو فیصلہ کر کے عمل نہ کر چکا ہوتا تو میں اس عورت کے قتل کا حکم صادر کرتا۔ [20]

ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سبّ و شتم کیا آپ کے ایک عقیدت مند نے اجازت چاہی کہ اُسے قتل کر دیا جائے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "یہ حق صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ انہیں (یعنی بکواس کرنے والوں کو) قتل کر دیا جائے۔ [21] اِس روایت سے بہت سے علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ کرنے والی کے قتل کے جواز پر استدلال کیا ہے، اُن میں سے ابو داؤد، قاضی اسماعیل بن اسحاق، ابو بکر بن عبد العزیز اور قاضی ابو یعلی وغیر ہم ہیں [22] اور قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ ائمہ دین نے اِس حدیث سے اُس شخص کے قتل پر استدلال کیا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرے یا ایذاء

۲۰۔ الشّفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، القسم الرّابع، الباب الأول، الفصل الثانی: فی الحجّة فی إیجاب قتل مَن سبّه أو عابه ﷺ، ۳۷۳ ۔ أیضاً الصّارم المسلول علی شاتم الرّسول ﷺ، المسئلة الأولیٰ: إنّ من سبّ النّبیّ ﷺ إلخ، فصل: و أمّا إجماع الصّحابة، ص۱۳۸

۲۱۔ سُنَن النّسائی، کتاب تحریم الدّم، باب الحکم فیمن سبّ النبی ﷺ، برقم:۴۰۷۷، ۴/ ۷/ ۱۱۴، و باب ذکر الاختلاف علی الأعمش فی هذا الحدیث، برقم: ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴/ ۷/ ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶ ۔ أیضاً سُنَن أبی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سبّ النبی ﷺ، برقم: ۴۳۶۲، ۴/ ۳۴۵۔ أیضا، مسند أبی یعلیٰ، مسند أبی بکر رضی الله تعالیٰ عنه، برقم:۷۹/ ۷۹، ۸۰/ ۸۰، ۸۱/ ۸۱، ۸۲/ ۸۱،۸۲ ص۵۲۔ص۵۳۔ أیضاً المسند للإمام أحمد، ۱/ ۹۔ قاضی عیاض نقل کرتے ہیں کہ قاضی ابو محمد بن نصر نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اِس فرمان کی صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی نے بھی مخالفت نہیں کی۔ (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، القسم الرّابع، الباب الأول فی بیان ماهو فی حقّه ﷺ، سبّ أونقص الخ، فصل الحجة فی إیجاب قتل من سبّه أوعابه ﷺ، ص۳۷۴)

۲۲۔ الصّارم المسلول، المسئلة الأولیٰ، الحدیث الخامس، ص۶۸

پہنچائے یا گالی دے [23] اور امام سبکی شافعی اِس کے تحت لکھتے ہیں کہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیظ دلائے بر خلاف دوسروں کے اور اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ کرنا آپ کو غیظ دلانا ہے۔ [24] اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جواب سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال با کمال کے بعد بھی آپ کا یہ حق باقی ہے کہ آپ کے سبّ و شتم کرنے والے کو قتل کر دیا جائے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے بعد یہ تو مزید مؤکّد ہو گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حُرمت آپ کے وصال باکمال کے بعد اکمل ہے اور آپ کی عزّت کے باری میں تساہل ممکن نہیں ہے، پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے مستفاد یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ فی الجملہ قتل کو مباح کر دیتا ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جواب کا عموم اِس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اِس میں کافر اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں یعنی شاتم چاہے کافر ہو یا مسلمان دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان

جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کر دو۔ [25]

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اُسے قتل کر دیا جائے۔ [26]

۲۳۔ الشّفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، القسم الرّابع، الباب الأول، فصل: الحجة فی إیجاب قتل الخ، ص۳۷۴

۲۴۔ السیف المسلول علی من سبّ الرّسول ﷺ، الباب الأول، الفصل الأول، المسألة الأولیٰ، ص۹۸

۲۵۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی، بحوالہ انوار رضا ص۹۶۹

۲۶۔ الصارم المسلول، المسئلة الأولی: أنّ من سبّ النبی ﷺ من مسلم أو کافر فإنّه یجب قتله، ص۱۰

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک راہب نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو میں نے کہا کہ تم نے اُسے قتل کیوں نہ کیا اگر میں وہاں ہوتا تو اُسے زندہ نہ چھوڑتا۔[27]

۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ مسجد میں کچھ لوگ مسیلمہ کذاب کی رسالت کے قائل ہیں۔ آپ نے انہیں گرفتار کروالیا لیکن وہ تائب ہو چکے تھے۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا سوائے عبد اللہ بن النواحہ کے اُسے سزائے موت دی۔ پوچھنے پر فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو مسیلمہ کذاب کا سفیر بن کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا تھا آپ ﷺ کے پوچھنے پر مسیلمہ کذاب کی رسالت کا بھی اقرار کیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا میں تمہیں قتل کر دیتا، میں نے آج اُسے اس کی سزا دی۔[28]

۵۔ حضرت غرفہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کا فرمان

حضرت غرفہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن میں مرتدین کے خلاف جہاد میں حصہ لیا، اُن کے پاس سے ایک عیسائی گزرا جس کا نام مندقون تھا۔ آپ نے اُسے اسلام کی دعوت دی، اُس نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ جملہ کہہ دیا آپ اُسے پکڑ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے، آپ نے نصاریٰ کو بلایا تو انہوں نے کہا: آپ ہماری جان و مال کے تحفظ کا ذمہ لے چکے ہیں، حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاذ اللہ ہم نے ذمہ داری لی ہے کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں ایذاء دی جائے۔ ہم نے صرف یہ ذمہ داری لی ہے کہ ہم ان کی عبادت گاہوں کے

۲۷- الصارم المسلول، بحوالہ انوار رضا ص ۹۲۹

۲۸- مشکل الآثار، برقم: ۲۸۶۲، ۷ / ۲۹۹-۳۰۰

درمیان مداخلت نہیں کریں گے، جان و مال کی حفاظت کریں گے، ان کے مقدمات کا احکامِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

۶۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا فرمان

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ سُن کر فرمایا: صَدَقْتَ، آپ نے سچ کہا۔[29]

اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ حکم حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں تھا تو غلط ہے کیونکہ خلفاءِ راشدین میں سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور حضرت غرفہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا قول اس بات پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال باکمال کے بعد بھی شاتم رسول ﷺ کی سزا صرف قتل ہے۔

۲۹۔ المعجم الأوسط للطبرانی، برقم: ۸۷۴۸، ۶ / ۲۷۱

اِجماعِ امت

اور اُمت کا اس پر اِجماع ہے کہ گُستاخِ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے۔

شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اِجماع کا ذکر کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اِجماع تو اِس کا ثبوت یہ ہے کہ یہی بات (یعنی گُستاخِ رسول واجب القتل ہے) اُن کے بہت سے فیصلوں سے ثابت ہے اور ایسی چیزیں مشہور ہو جایا کرتیں لیکن باوجود اس کے کسی صحابی رسول نے اِس کا انکار نہیں کیا تو یہ صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا۔[30]

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد السلام بن سعید ابن سحنون قیروانی تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ فرماتے ہیں: "تمام علماء کا اِس پر اِجماع ہے کہ حضور ﷺ کو گالی دینے والا آپ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور تمام اُمت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے"۔[31]

امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر نیشاپوری متوفی ۳۰۹ھ لکھتے ہیں کہ عامۃ اہلِ علم کا اِس بات پر اِجماع ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے اُس پر قتل ہے۔[32]، اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: اُن کا اِس پر اجماع ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی اس کی سزا قتل ہے۔[33]

۳۰- الصارم المسلول، المسئلۃ الاولیٰ، الفصل الثالث، ص۱۳۷، دارابن حزم

۳۱- الدُّرَرُ الحکّام، کتاب الجهاد، باب الوظائف، فصل فی الجزیة، تحت قوله: إن امتنع عن الجزیة، ۱/ ۳۰۰- أیضاً حسب المفتیین، کتاب الحدود، ق۳۳۷/ ب- أیضاً ردّ المحتار علی الدرّ المختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم: فی حکم سابّ الأنبیاء، تحت قوله: و تمامه فی الدّرر، ٦/ ۳۵۷

۳۲- الأشراف، باب ذکر ما یجب علی من سبّ نبی الله ﷺ، ۳/ ۱٦۰

۳۳- الاجماع لابن المنذر، کتاب المرتدین، برقم: ۸۲۰، ص۱۲۸

امام ابو بکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے حضور ﷺ کی بارگاہ بے ادبی کی جسارت کرنے والے مسلمان کو مرتد اور مستحق قتل قرار دیا اور لکھا کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے دیکھئے "أحكام القرآن للرازي"[34]

امام ابو سلیمان احمد بن محمد خطابی بُستی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ کسی ایک نے (نبی ﷺ کو) گالی دینے والے کے قتل کے واجب ہونے میں مخالفت کی ہو۔[35]

امام ابو بکر فارسی شافعی نے گستاخی کرنے والے کو حدّاً قتل کرنے پر اِجماعِ اُمت کو نقل فرمایا ہے چنانچہ شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ امام ابو بکر فارسی اصحاب شافعی میں سے ہیں وہ اُمت کا اس مسئلہ میں اِجماع بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی اس کی سزا بطور حد قتل ہے جیسے صحابہ کرام کو کسی نے گالی دی تو اُس کی سزا حداً کوڑے لگانا ہے، اور یہ اجماع کہ جس کو انہوں نے حکایت کیا قرونِ اُولیٰ کے صحابہ کرام و تابعین عظام کے اجماع پر محمول ہے یا اس سے مراد ہے کہ حضور ﷺ کو گالی دینے والا اگر مسلمان ہے تو اُس کے قتل کے واجب ہونے پر اجماع ہے۔[36]

۳٤- أحکا م القرآن للرازی، سورة البرأة، مطلب فی حکم من شتم النبی ﷺ، ۳/ ۱۲۸

۳۵- معالم السنن، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سبّ النبی ﷺ، تحت الحدیث: ٤۳٦۱، ٤/ (۲۵۱)

۳٦- الصارم المسلول، ص۳

اور قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ یحصبی اندلسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں: مسلمانوں میں سے نبی کریم ﷺ کی تنقیص کرنے والے اور آپ کو گالی دینے والے کے قتل پر امت کا اِجماع ہے۔ [37]

ا۔ اور قاضی عیاض مالکی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شاتم رسول ﷺ کے قتل کے بارے میں فرمان کے تحت لکھا ہے کہ قاضی ابو نصر نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے مخالفت نہیں کی۔ [38]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد ہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مخالفت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک بھی شاتم کی یہی سزا ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے، لہٰذا اس مسئلہ میں صحابہ کرام متفق ہیں اُن کا اس پر اجماع ہے ورنہ صحابہ کرام تو وہ ہیں جو حق بات کہتے ہیں کسی بڑے سے بڑے کو بھی خاطر میں نہیں لاتے اور اس کی بے شمار مثالیں کُتُبِ احادیث میں مذکور ہیں۔

اور امام تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی سُبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ نے مسلم شاتم رسول کے وجوب قتل کے بارے میں امام خطابی اور ابو بکر بن المنذر کے حوالے سے اجماع امت کو نقل کیا ہے، دیکھئے: "السیف المسلول" [39]

۳۷۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ، القسم الرابع فی تعريف وجوهه........ الخ، ۲/ ۲۱۱، دار الفكر، بيروت

۳۸۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفیٰ ﷺ، القسم الرّابع، الباب الأول فی بيان ماهو فی حقّه ﷺ، سبّ أونقص الخ، فصل الحجة فی إيجاب قتل من سبّه أوعابه ﷺ، ص۳۷٤

۳۹۔ السيف المسلول علی من سبّ الرسول، الفصل الأوّل، المسألة الأولی فی نقل كلام العلماء و دليله، ص۱۱۹

مذاہب ائمہ

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں چاروں ائمہ (امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔ [40]

امام مالک نے فرمایا: جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی تو وہ قتل کیا جائے، چاہے مسلمان ہو یا کافر اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ [41]

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہر وہ شخص جس نے حضور ﷺ کو گالی دی یا تنقیص و اہانت کا مرتکب ہوا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، اس جسارت پر قتل اس پر لازم ہے اور فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے اُس سے توبہ نہ کروائی جائے۔ [42]

امام احمد بن حنبل کے فرزند) حضرت عبد اللہ (فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ جو شخص حضور ﷺ کی بے ادبی و گُستاخی کرے، آپ کی شان میں سبّ و شتم کا ارتکاب کرے تو کیا ایسے شخص کی توبہ قبول کر لی جائے، آپ نے فرمایا: اس پر قتل واجب ہے اور اس سے توبہ نہ کروائی جائے۔ [43]

اور علامہ خیر الدین رملی حنفی لکھتے ہیں: کسی نے نبی کریم ﷺ کی گستاخی کی تو اُسے حداً قتل کیا جائے گا اور اصلاً اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور لکھتے ہیں: یہی حضرت

۴۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب: مهم فی حكم سبّ الشيخين، ۶/ ۳۶۴

۴۱۔ الشفاء، القسم الرابع فی تصرّف وجوه الأحكام الخ، الباب الأول فی بيان ماهو حقّه ﷺ الخ ص۳۷۰

۴۲۔ الصارم المسلول، المسئلة الثالثة ص۲۰۷

۴۳۔ الصارم المسلول، ص۸۰۰

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام اعظم ابو حنیفہ، البدری اور اہل کوفہ اور امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔[44]

علامہ سید محمد امین عابدین شامی ائمہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام لیث اور تمام اکابر علماء کے نزدیک ان (شاتمانِ رسول ﷺ) کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کا اسلام معتبر ہو گا اور انہیں بطور حدّ قتل کیا جائے گا۔[45]

٤٤۔ الفتاوی الخیریة، کتاب السیر و مطالبة، باب المرتدین، مطلب: فی حکم سابّ سیدنا محمد ﷺ، ١/ ٧٠

٤٥۔ الفتاوی تنقیح الحامدیة، کتاب الشرکة ، باب الردة و التعزیر، مطلب: قول: لو شفع النبی لا أفعل، ١/ ١٠٥

فقہائے احناف

امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ١٨٩ھ لکھتے ہیں: ''اگر عورت رسول اللہ ﷺ کو اعلانیہ سبّ و شتم کرتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔

تو اس سے ظاہر ہے کہ احناف کا مؤقف اس باب میں یہی ہے کہ شاتم رسول اگر ذمی بھی ہو تو اس کی سزا قتل ہی ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم امام ابو حنیفہ کے مذہب کو جن کُتُب میں بیان کیا وہ جامع کبیر، جامع صغیر، سیر کبیر، صغیر، مبسوط اور زیادات ہیں، اُن میں سے ایک کتاب ''سیر کبیر'' ہے جس میں امام محمد نے احادیث کی روشنی میں شاتم ذمی کی سزا قتل بیان فرمائی ہے اور اگر ظاہر الروایہ میں ہمارا مؤقف نہ بھی ملتا تو بھی امام محمد کا یہ قول کافی ہوتا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہی ہے، خصوصاً جب اس کے خلاف اُن کا قول مذکور نہیں ہے۔ اگر امام ابو حنیفہ کا کُتُب نوادر وغیرہا میں بھی کوئی قول اس کے خلاف مذکور ہوتا تو بھی امام محمد کا قول امام ابو حنیفہ کا قول قرار پاتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ امام ابو حنیفہ کے دو قول ہو جاتے اور اُن کے مابین دلائل کی روشنی میں معمول و غیر معمول، راجح و مرجوح کا فرق تلاش کرنا پڑتا۔ یہاں تو امام محمد کے قول کے خلاف امام ابو حنیفہ کا کوئی قول مذکور نہیں ہے۔ اسی لئے یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب قرار پاتا ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: ''امام اعظم کے شاگردوں کے اقوال آپ کے مذہب سے باہر نہیں، انہوں نے (یعنی دوسرے علماء نے) امام اعظم کے اُن شاگردوں سے نقل کیا اور شاگردوں نے کوئی ایسا قول نہیں کیا جو امام ابو حنیفہ سے روایت نہ ہو۔[46]

٤٦۔ ردّ المحتار علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب مہم، ٦/ ٥٥٦

الامام محمد علیہ الرحمۃ نے اس طرح استدلال فرمایا کہ ابو اسحاق ہمدانی سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی کہ میں نے ایک یہودیہ عورت کو آپ کو سبّ و شتم کرتے سنا اور وہ میری محسنہ تھی تو میں نے اُسے قتل کر دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون "ہدر" فرمادیا۔

حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ آپ نے جب عصماء بنت مروان کو سنا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ایذاء دیتی ہے، اسلام میں عیب زنی کرتی ہے تو رات کی وقت اُسے قتل کر دیا اور نبی کریم ﷺ نے اِس پر اُن کی تعریف فرمائی۔ ملخصًا[47]

امام ابو بکر جصاص رازی

امام ابو بکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں: کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے آپ ﷺ کی اہانت و ایذاء رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے تو وہ مرتد مستحق قتل ہے۔[48]

فقیہ ابو اللیث سمرقندی حنفی

فقیہ ابو اللیث نصر بن احمد بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۵ھ نے جس قول کو لیا وہ یہ ہے کہ جو شخص شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو گالی دے یا اُن پر طعن کرے وہ کافر ہے، اس کا قتل واجب ہے، اس کی توبہ و اسلام قبول نہیں کئے جائیں گے جیسا کہ "الجوھرۃ النیرۃ" میں ہے۔[49]

٤٧- السير الكبير مع شرحه للسرخسي، باب من يكره قتله من أهل الحرب من نساء وغيرهم، ٤/ ١٨٨

٤٨- أحكام القرآن للجصاص، سورة البرأة مطلب في حكم من شتم النبي ﷺ، ٣/ ١٢٨

٤٩- الجوهرة النيرة، كتاب السير، مطلب في أحكام المرتد، تحت قوله: اذا ارتد المسلم، ٢/ ٤٠٧

امام ابو نصر دبوسی حنفی

امام ابو نصر عبد اللہ بن عمر بن عیسیٰ دبوسی حنفی متوفی 430ھ نے جس قول کو لیا وہ یہ ہے کہ شیخین کریمین (حضرت ابو بکر و عمر) کو گالی دینے والے کی سقوطِ قتل کے حق میں توبہ قبول نہ کی جائے اور یہی فتوی کے لئے مختار ہے جیسا کہ "الجوھرۃ النیرۃ" میں ہے۔[50]

جب شیخین کریمین کو سبّ و شتم کرنے والے کا حکم یہ ہے کہ تو نبی کریم ﷺ کی شانِ رفیع میں اس جرم عظیم کے مرتکب کا حکم کیا ہو گا، جب شیخین کریمین پر زبانِ طعن دراز کرنے والے کو اس جرم کی پاداش میں قتل کرنے کا فتوی ہے تو حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ کی شانِ اقدس میں ایسا کرنے والے کے لئے فقیہ ابو اللیث اور امام ابو نصر دبوسی کا فتویٰ کیا ہو گا؟

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ اسے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: لہٰذا جب شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والے کے لئے حدّ میں بطور فتوی مختار قول یہ ہے (یعنی توبہ سے قتل ساقط نہ ہو گا) تو پھر نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کے لئے بطریقِ اَولیٰ یہی قول مختار ہو گا جیسا کہ اہل علم پر یہ نکتہ پوشیدہ نہیں۔[51]

امام ابو العباس ناطفی حنفی

امام ابو العباس احمد بن محمد ناطفی حنفی متوفی ۴۴۶ھ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دے تو بطور حدّ قتل کیا جائے گا، اصلاً اُس کی کوئی توبہ نہیں

٥٠- الجوهرة النيرة، كتاب السير، مطلب في أحكام المرتد، تحت قوله: اذا ارتد المسلم، ٢/ ٤٠٧

٥١- السيف الجلي على سبّ النبيّ، الفصل الأول، ص١٢١

کیونکہ یہ حدّ ہے جو واجب ہوئی ہے لہٰذا توبہ سے ساقط نہ ہو گی، یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام اعظم، امام ثوری اور اہلِ کوفہ کا مذہب ہے اور امام مالک اور آپ کے اصحاب کا مذہب ہے۔[52]

امام سرخسی حنفی

امام محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ نے "شرح سیر کبیر" میں امام محمد کی عبارت نقل کی کہ عورت اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ سبّ و شتم کرتی ہو تو اُسے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[53]

صدر الشہید عمر بن عبد العزیز حنفی

امام صدر الشہید عمر بن عبد العزیز ابن مازہ نجاری حنفی متوفی ۵۳۶ھ اس کے قائل ہیں کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والے اُن کی شانِ رفیع میں زبانِ طعن دراز کرنے والے کی توبہ قبول نہ کی جائے اور اُسے سزا کے طور پر قتل کیا جائے چنانچہ "بحر الرائق" میں ہے جس شخص نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو گالی دی یا اُن کی شان میں زبانِ طعن دراز کیا تو وہ اپنے اس جرم سے کافر ہو جائے گا اور اُسے قتل کرنا واجب ہے۔ اور لکھتے ہیں: اگر وہ گستاخی کا ارتکاب کرنے کی بعد توبہ و رجوع کر لے تجدیدِ اسلام کرے تو کیا اس کی توبہ قبول ہو گی؟ امام صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی اور نہ اس کا اسلام لانا (حدّ قتل کو ساقط کرے گا) اور ہم اُسے قتل کریں گے۔[54]

۵۲۔ السیف الجلی علی سابّ النبیّ ﷺ، القسم الثانی فی حکم الرجل الکافر السابّ، ص۱۳۳

۵۳۔ شرح کتاب السِّیر الکبیر، باب من یکرہ قتلہ من أھل الحرب من نساء وغیرھم، ٤/ ١٨٨

۵٤۔ البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، تحت قولہ: ویحبس ثلاثۃ أیام، ٥/ ٢١٢

جب امام صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ کا موقف شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو گالی دینے اُن کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لئے یہ ہے تو آقائے دوجہاں، سرورِ عالمیاں حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ و شتم کرنے اور آپ کی شانِ رفیع میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والے حکم کے لئے کیا ہو گا۔

امام طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی

امام طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ "محیط" کے حوالے سے لکھتے ہیں: جس نے نبی کو گالی دی، توہین کی یا عیب لگایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دینی معاملے میں ہو یا کسی ذاتی مسئلہ میں وہ گالی دینے والا نبی کی اُمت سے ہو یا کوئی اور اہلِ کتاب ہو، ذمی ہو یا کافر یا حربی یا گالی اس نے بھول کر دی ہو یا قصداً یا غفلت سے، اس کا حکم قتل ہی ہے اُس کی توبہ بھی قبول نہیں۔[55]

اور لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کو گالی دینے میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کی صورت میں توبہ قبول ہو گی اور جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اُس کی توبہ قبول نہ ہو گی۔[56]

امام برہان الدین بن صدر الشہید حنفی

امام برہان الدین ابو المعالی محمد بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں: عورت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ گالی دیتی ہے تو قتل کی جائے گی، امام محمد نے اس مسئلہ کو بیان کرنے کے لئے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ مروی ہے کہ حضرت عمیر

۵۵۔ خلاصۃ الفتاوی، کتاب ألفاظ الکفر، الجنس الثالث، ٤/ ٣٨٦

۵٦۔ خلاصۃ الفتاوی، کتاب الفاظ الکفر، الجنس الثالث: فیما یقال فی الأنبیاء علیہم السلام، ٤/ ٣٨٦

بن عدی رضی اللہ عنہ نے عصماء بنت مروان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتے سنا تو رات کے وقت اُسے قتل کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل پر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی۔[57]

حافظ الدین نسفی حنفی

حافظ الدین ابو البرکات نسفی حنفی متوفی 710ھ فرماتے ہیں: ذمی جب دینِ اسلام (و ضروریات دین) پر علی الاطلاق طعنہ زنی کرے تو اُس کا قتل جائز ہے۔[58]

امام خجندی حنفی اور امام ابو بکر حدادی حنفی

امام خجندی وحدادی کے حوالے سے امام ابو بکر علی حدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: جو شخص شیخین کریمین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو گالی دے یا اُن پر طعن کرے وہ کافر ہو جائے گا اور اُس کا قتل واجب ہے، پھر اگر وہ رُجوع کرے اور تائب ہو جائے تجدید اسلام کر لے تو کیا اُس کی توبہ قبول ہو گی یا نہیں؟ امام صدر الشہید فرماتے ہیں اُس کی توبہ اور اسلام قبول نہیں کئے جائیں گے اور اسی کو فقیہ ابی اللیث سمرقندی (حنفی) اور امام ابو نصر دبوسی (حنفی) نے لیا ہے اور فتوی کی لئے یہی قول مختار ہے مگر جب وہ مہلت طلب کرے تو اُسے تین دن مہلت دی جائے گی اس سے زیادہ نہیں اور اُس سے کوئی جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔[59]

۵۷۔ المحیط البرهانی ، کتاب السیر، الفصل الثالث: فی بیان من یجوز قتله من المشرکین و من لا یجوز، ۷/ ۹۹

۵۸۔ حاشیة الطحطاوی علی الدر،کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزیة، تحت قوله افتان مسلم ۲ / ۴۷۵

۵۹۔ الجوهرة النیرة، کتاب السِّیر، مطلب فی أحکام المرتد، تحت قوله: و إذا ارتد المسلم إلخ، ۲/ ۶۰۶، ۶۰۷

شارح صحیح بخاری علامہ عینی حنفی

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) گالی کی بارے میں میرا مختار یہ ہے کہ گالی دینے والا ذمّی قتل کیا جائے گا کیونکہ مسلمان جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے تو (یہ حکم) کیسے (جاری نہ ہو گا) جب (گالی دینا) اس مجرم دشمنِ دین سے صادر ہوا۔[60]

محقِق عَلَی الاطلاق ابن ہمام حنفی

محقِّق علی الاطلاق امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سبّ و شتم کو ذِمّی جب ظاہر کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے اور اگر اُس نے اظہار نہ کیا اور اس اطلاع پائی گئی حالانکہ وہ اس کا منکر ہے تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔[61]

اور لکھتے ہیں جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل میں بُغض رکھے وہ مرتد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا تو بطریقِ اَولیٰ مستحق قتل ہو گا اور یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہو گا۔[62]

۶۰۔ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب السِّیَر، باب العشر وا لخراج و الجزیة، فصل فی بیان أحکام الجزیة، ۱/ ۴۴۰

۶۱۔ فتح القدیر، کتاب السیر، فصل لایجوز احداث بیعة الخ تحت قوله: والکفر الطاری لایرفعه ۶/ ۵۹

۶۲۔ فتح القدیر،کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، فرع، ۵/ ۹۱

ملا خسرو حنفی

قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ نقل کرتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر اِجماع ہے کہ حضور ﷺ کو گالی دینے والا آپ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور تمام اُمت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے۔(63)

علامہ اخی چلپی حنفی

علامہ مولیٰ یوسف بن جنید اخی چلپی حنفی متوفی ۹۰۵ھ لکھتے ہیں: مختار یہ ہے کہ عامۃ المسلمین میں سے جس سے عمداً، قصداً ایسی بات صادر ہو جو حضور ﷺ کی تخفیف پر دلالت کرتی ہو تو اُس شخص کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔(64)

علامہ ابن کمال پاشا حنفی

علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ "شرح أربعین" میں لکھتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ شاتم ذِمّی ہمارے ہاں قتل کیا جائے گا جب کہ اس نے اعلانیہ سبّ و شتم کیا ہو، "ذخیرہ" کی کتاب السِّیر میں اس کی تصریح کی ہے۔(65)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی

علامہ زین الدین نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: نشہ کرنے والے کا ارتداد درست نہیں مگر حضور کو سبّ و شتم کرکے مرتد ہونے والے کا ارتداد درست ہے، وہ قتل کیا جائے گا اُسے معاف نہیں کیا جائے گا۔(66)

٦٣۔ الدُّرر الحکام، کتاب الجهاد، باب الوظائف، فصل فی الجزیة، تحت قوله: ان امتنع عن الجزیة، ١/ ٣٠٠ (٥)

٦٤۔ ذخيرة العقبى، كتاب الجهاد، ٢/ ٣٢٢

٦٥۔ مجموعه رسائل ابن كمال پاشا، ق٣٨/ ب

٦٦۔ الأشباه وا لنظائر، الفن الثانی، كتاب السير، ص١٥٨

علامہ تمر تاشی حنفی

علامہ محمد بن عبد اللہ غزی تمر تاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں: ہر مسلمان پر جو مرتد ہوا اُس کی توبہ مقبول ہے سوائے اس کافر کے جو کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہوا۔(67)

امام سراج الدین ابن نجیم حنفی

امام سراج الدین عمر بن ابراہیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں کہ "پس (مرتد) اگر اسلام لایا" تو اس سے قتل کی سزا اُٹھ جائے گی، یہ اطلاق ہے کہ جس سے یہ مستثنیٰ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے مرتد ہوا، پھر توبہ کرلی تو وہ بطور حدّ قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ اسقاطِ قتل کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔(68)

علامہ شرنبلالی حنفی

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں: مرتد کی توبہ کے قبول ہونے کا محل یہ ہے کہ اس کی ردّت نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کے ارتکاب سے نہ ہو اور اگر حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کے سبب ارتداد ہے تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، چاہے خود تائب ہو کر آئے یا اُس پر گواہ قائم ہوں۔ بر خلاف اس کے علاوہ دیگر کفروں کے۔(69)

٦٧۔ تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفی، كتاب الجهاد، باب المرتد، ص٣٤٥

٦٨۔ النهر الفائق، كتاب الجهاد، باب المرتدين، ٣/ ٢٥٣

٦٩۔ غنية ذوی الأحكام، باب المرتد، ١/ ٣٠١

مُحقّق فقیہ آفندی حنفی

مُحقّق فقیہ عبد الرحمن آفندی حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں: مگر جب وہ نبی کریم ﷺ یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالی دے اگرچہ حالتِ نشہ میں ہو تو وہ بطور حدّ قتل کیا جائے گا اور اصلاً اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔[70]

علامہ امیر ابو المعالی حنفی

علامہ امیر ابو المعالی حنفی لکھتے ہیں: "بحر المحیط" میں علامۃ علم الہدی سے ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا آپ کی اہانت کی یا اُمورِ دینیہ یا اُمورِ شخصیہ میں یا آپ کے اوصاف میں سے کسی وصف میں عیب زنی کی، گالی دینے والا چاہے مثلاً آپ کی اُمت سے ہو یا غیر اُمت سے ہو، چاہے اہلِ کتاب میں سے ہو یا غیر اہلِ کتاب میں سے، ذمّی ہو یا حربی، چاہے اہل کتاب میں سے ہو، گالی یا توہین یا عیب زنی اُس سے عمداً یا قصداً یا سہواً یا غفلۃً، جان بوجھ کر یا مذاق میں صادر ہو تو وہ دائمی کافر ہو گیا، اس طرح کہ اس کی توبہ نہ عند اللہ قبول ہو گی نہ عند الناس اور متأخرین مجتہدین کے ہاں اجماعاً اس کا حکم قطعی طور پر قتل ہے، بادشاہ یا اُس کا نائب اُس کے قتل میں سستی نہ کرے اگرچہ اُس کے قتل میں دنیوی مصلحتیں فوت ہوتی ہوں۔[71] جیسے قضاۃ اور والی یا افسران (کا قتل)[72] اور اگر (ان

۷۰۔ مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر و الجہاد، باب العشر و الخروج، فصل فی أحکام الجزیۃ، ۲/ ۴۸۲

۷۱۔ امیر ابو المعالی علیہ الرحمہ نے جو تصریح فرمائی ہے یہ فی زمانہ شاتم آسیہ ملعونہ جیسے مجرموں کی سزاؤں پر فوری طور پر عمل در آمد کرنے کا واضح حکم ہے اور اس میں دنیاوی مصلحتوں جیسے یہود و نصاریٰ، امریکہ، یورپ کی ناراضگی کی ذرہ برابر بھی پروہ کئے بغیر اسے اور اس جیسے دوسرے مجرموں کو ثبوت جرم کے تقاضے پورے کرنے کے بعد اُن کے انجام تک پہنچانے کا صریح حکم ہے۔

حکمرانوں نے) انہیں (یعنی گالی دینے والوں کو) اس پر جو اُن سے گالی صادر ہوئی ایسے ہی چھوڑ دیا تو یہ ان (حکام) کی طرف سے کفر ہو گا۔[73] کہ وہ کفر پر راضی ہوئے اور کفر پر رضا کفر ہے الخ۔[74]

علامہ ابو یوسف بایزید حنفی

علامہ ابو یوسف بایزید بن یوسف حنفی (کان حیاً سنۃ ۱۰۸۰ھ) اس باب میں طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: متأخّرین کا اِس بات پر اِجماع ہے کہ (نبی کریم ﷺ یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو) گالی دینے والے کو مطلقاً بلا تفصیل، مسلم و غیر مسلم میں فرق کئے بغیر قتل کیا جائے گا جیسا کہ "حسب المفتی" وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔[75]

=

۷۲۔ اس میں واضح اشارہ ہے کہ توہین رسالت کے معالے میں کسی کو استثناء حاصل نہیں ہے۔ مملکت اسلامیہ میں بڑے سے بڑے عہدیدار سے بھی اگر یہ جرم ثابت ہو تو نہ صرف اس کی FIR درج کی جائے بلکہ اُسے موت کے گھاٹ بھی اتارا جائے۔

۷۳۔ حکومت نے اگر شاتم آسیہ ملعونہ اور اس جیسے دوسرے مجرموں کو مقررہ سزا نہ دی اور چھوڑ دیا تو علامہ امیر ابو المعالی فرماتے ہیں یہ حکام کی طرف سے کفر ہو گا یعنی ایسا کرنے والے اور ان کا ساتھ دینے والے اور حکومت کے اس فعل سے راضی ہونے والے سارے کے سارے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے پھر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عوام المسلمین وزارت عظمیٰ اور صدارت کے عہدے پر کسی ایسے شخص کو بیٹھانے پر ہرگز راضی نہ ہوں گے جو خود دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکا ہو۔

۷۴۔ حسب المفتین، کتاب الحدود، ق۳۳۷/ أ۔ ب

۷۵۔ مقالید الإسلام و مفاتیح دار السلام، الخاتمۃ، الفصل الرابع فی حکم من ارتد، ص۱۹۶، مخطوط مصور

علامہ خیر الدین رملی حنفی

علامہ خیر الدین بن احمد بن علی ایوبی علیمی فاروقی رملی حنفی متوفی ۱۰۸۱ھ سے سوال ہوا کہ ایک نصرانی نے نبی کریم ﷺ کی جنابِ رفیع میں گالی دینے کی جرأت کی تو اس پر کیا لازم ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اُس کی سزا میں مبالغہ کیا جائے گا اگرچہ قتل کے ذریعے ہو اور ہمارے علماء نے صراحت کی ہے جب موجب بڑا ہو (جیسے نبی کریم ﷺ کو سبّ و شتم) تو تعزیر میں ترقی کی جائے گے اور موجباتِ تعزیر میں رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے سے بڑھ کر کیا ہے، اور یہی ہے کہ جس کی طرف ایک مومن کا نفس مائل ہوتا ہے، اور مسلمان حُکّام کو چاہئے کہ اُسے قتل کر دیں تاکہ دشمنانِ دین مسلمانوں کے نبی ﷺ کو گالی دے کر اُن کے دلوں کو جلانے کی جرأت نہ کریں الخ ملخصاً[76]

علامہ خیر الدین رملی کے ''فتاوی'' میں ہے، ایسے بدبخت کے بارے میں سوال ہوا کہ جس نے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر لعنت کی کہ اللہ تعالیٰ نے جن کی قرآن مجید میں تعریف فرمائی ہے۔ تو اس پر کیا مُرتّب ہو گا جب کہ وہ خود بخود تائب ہو کر جو اُس نے کیا تھا اس سے رُجوع کرتے ہوئے آئے، کیا اس سے موجبِ ردّت جو کہ قتل ہے دفع ہو جائے گا، اس کا حکم کیا ہو گا؟ جواب: اُسے بطور حدّ قتل کیا جائے گا، اس کے لئے اصلاً توبہ نہیں ہے .... (اس کے آخر میں ہے) حاصل کلام یہ ہے کہ اس طرح کے بدبخت کا حکم وجوبِ قتل ہے اگرچہ تائب ہو کر آئے اور تجدیدِ اسلام کر لے۔[77]

۷۶۔ الفتاوی الخیریة، کتاب السِّیَر، باب المرتدّین، مطلب: فی نصرانی سبّ سیدنا محمداً علیه السلام، ۱/ ۱۷۲

۷۷۔ الفتاوی الخیریة، کتاب السِّیَر، باب المرتدّین، مطلب: فی حکم سابّ سیدنا إبراهیم علیه السلام، ۱/ ۱۶۹، ۱۷۰

علامہ مصطفی بن خیر الدین حنفی

علامہ مصطفی بن خیر الدین حنفی لکھتے ہیں: جس نے شیخین کریمین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو گالی دی اور اُن کو لعنت کی کافر ہو گیا اور اُسے قتل کرنا واجب ہے پھر اگر رُجوع کر لے اور تائب ہو جائے اور تجدید اسلام کر لے تو کیا اُس کی توبہ قبول ہو گی یا نہیں؟ تو امام صدر الشہید نے فرمایا: اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اِسی کو فقیہ ابو اللیث سمرقندی، اور ابو نصر دبوسی نے لیا ہے اور یہی فتویٰ کی لئے مختار ہے، اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخین کریمین کو گالی دینا نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کی مانند ہے۔[78]

علامہ حصکفی حنفی

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: جو شخص کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہو گیا اُس کو بطور حدّ قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلق قبول نہ ہو گی (چاہے خود توبہ کرے یا توبہ پر گواہ ہوں) اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی تو اُس کی توبہ قبول کر لی جائے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور نبی کو گالی دینا بندے کا حق ہے اور جو شخص اُس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔[79]

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: پس اگر وہ (ذمی) اعلانیہ گالی دے یا (بغیر اعلان کے) گالی دینے کا عادی ہو تو قتل کیا جائے گا اگرچہ عورت ہو اور آج اسی پر فتوی ہے۔[80]

۷۸۔ تنویر الأذهان و الضمائر شرح الأشباه و النظائر، الفن الثانی، کتاب الردّة، تحت قوله: و سبّ الشیخین، ق ۵۱/ أ، مخطوط مصور

۷۹۔ الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الجهاد، باب المرتد، تحت قوله: کل مسلم، ص۳۴۵

۸۰۔ الدر المنتقی فی شرح الملتقی، کتاب السیر و الجهاد، باب العشر و الخراج، فصل فی أحکام الجزیة، ۲/ ۴۸۲

مُحشّی صحاح ستّہ ابو الحسن کبیر سندھی حنفی

مُحشّی صحاح ستّہ علامہ ابو الحسن کبیر محمد بن عبد الہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں کہ ذمّی جب اپنی زبان کو نہ روکے تو اُس کی لئے کوئی ذمہ نہیں، پس اُس کا قتل حلال ہے۔[81]

شارح در مختار علامہ ابو الطیب سندھی حنفی

علامہ ابو الطیب محمد بن عبد القادر سندھی حنفی متوفی ۱۱۴۹ھ لکھتے ہیں: جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی دل سے بُغض رکھا تو وہ مرتد ہے تو (آپ ﷺ کو) گالی دینے والا بطریقِ اَولیٰ (مرتد ہو گا) پھر ہمارے نزدیک بطور حدّ کی قتل کیا جائے گا، اسقاطِ قتل میں اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔[82]

علامہ ابو السعود حنفی

علامہ ابو السعود حنفی متوفی ۱۱۷۲ھ لکھتے ہیں: اسی طرح نبی کریم ﷺ کو گالی دینے سے کافر ہونے والا یا اُن دو میں سے کسی ایک کو تو اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور فتوی کے لئے یہی مختار ہے اور "اشباہ" میں اِسی پر جزم کیا ہے۔ اور یہی حضور ﷺ کو گالی دینے (کی وجہ سے کافر ہونے) والے کی توبہ کی قبول نہ ہونے کے قول کو تقویت دیتا ہے۔[83]

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں: یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دی تو وہ بطور حدّ کی قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔[84]

۸۱۔ حاشیۃ السندی علی السنن لأبی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سبّ النبی ﷺ، برقم: ۴۳۶۱، ۴/ ۲۷۶ حاشیۃ السندی علی السنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فیمن سبّ النبیﷺ، برقم: ۴۰۷۶، ۴/ ۷/ ۱۱۴

۸۲۔ قرۃ الأنظار حاشیۃ الدر المختار، کتاب الحدود، باب العشر و الخروج، فصل فی الجزیۃ، ق۹۹

۸۳۔ فتح المعین علی شرح الکنز لملّا مسکین، کتاب السیر، باب المرتدین، ۲/ ۴۶۰

۸۴۔ فتح المعین علی شرح الکنز لملّا مسکین، کتاب السیر، باب المرتدین، ۲/ ۴۶۰

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی

آپ سے سوال ہوا کہ اگر کوئی عورت نبی ﷺ کو گالی دے تو کیا دین کے ذمہ داروں پر اس کا قتل کرنا اور اُسے صفحۂ ہستی سے مٹانا واجب ہے؟ اور کیا اس عورت کی توبہ کو قتل کے ساقط (معاف) ہونے کے بارے میں قبول کر لیا جائے گا؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ دین کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ ایسی عورت کو قتل کر کے صفحہ ہستی سے مٹا دیں اور قتل ساقط ہونے کے بارے میں اس کی توبہ قبول نہ کریں۔[85]

مخدوم علیہ الرحمہ نے "السیف الجلی"[86] میں اس مسئلہ کے تمام گوشوں پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور حنفی مذہب کے مطابق مسئلہ کو واضح کیا ہے۔

۸۵۔ السیف الجلی علی سابّ النبیّ، مقدمۃ المصنف، ص۱۰۹

۸۶۔ یہ کتاب اب تک مخطوط تھی علامہ عبداللہ فہیمی ربڑو صاحب جو ہمارے ہاں مدرس بھی تھے اور میرے پاس تخصّص فی الفقہ میں اسباق بھی پڑھتے تھے۔ ہم دونوں نے اس پر مشورہ کیا کہ اس عظیم تصنیف کو منظر عام پر لانے کی سعی کی جائے تو اسی کتاب کے ایک نسخے کا عکس میرے پاس بھی تھا جو کہ ڈاکٹر محمد ادریس صاحب سومرو نے عنایت کیا تھا اس طرح فہیمی صاحب کو میں نے یہ کام شروع کرنے کا کہا اور اس کتاب پر تقریباً دو سال تک کام کیا کام مکمل ہوا پھر سندھ کے مشہور عالم مفتی عبدالرحیم سکندری صاحب کے فرزند علامہ ابو البرکات حق نبی صاحب جو کہ اُس وقت جامعہ ازھر میں تھے اُن سے رابطہ کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اس پر ایک بہترین مقدمہ تحریر کیا اور اسے دار الضیاء کویت سے شائع کرا دیا۔ اس کتاب کے چند نسخے پاکستان میں علامہ ابو البرکات سکندری لائے تو میں نے اُن کے مشورے سے اس کا ترجمہ کرنے کے لئے مفتی محمد اعجاز صاحب سے کہا اور انہوں نے ترجمہ چند دنوں میں کر کے دے دیا۔ بانی ادارہ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) علامہ محمد عرفان صاحب ضیائی سے مشورہ کیا آپ نے فرمایا اسے ادارہ شائع کرے گا اس طرح یہ کتاب اردو زبان میں 13000 کی تعداد میں شائع ہوا اور علامہ ابو البرکات اور علامہ محمد عرفان ضیائی صاحب کے مشورے سے اس کتاب کا انگریزی اور سندھی ترجمہ بھی شروع کرا دیا گیا ہے۔

علامہ شاہ محمد عنایت اللہ قادری

علامہ ابو المعارف شاہ محمد عنایت اللہ قادری حنفی (کان حیا سنۃ ۱۱۷۴ھ) نے "ذخیرہ" کی حوالے سے لکھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو سبّ و شتم کیا تو (ایسا کرنے والا) بطور حدّ قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ اصلاً (قبول) نہیں...... لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی نشہ والے نے گالی دے تو اُسے معاف نہیں کیا جائے گا اُسے بھی بطور حدّ قتل کیا جائے گا اور یہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، امام اعظم، امام ثوری اور اہلِ کوفہ اور امام مالک اور اُن کے اصحاب کا مشہور مذہب ہے، پھر امام خطابی (شافعی) اور ابن سحنون مالکی کے حوالے سے شاتم کے وُجوبِ قتل کا ذِکر کیا، پھر "فتح القدیر" اور "حسب المفتین" کے حوالے سے شاتمِ رسول کا حکم لکھا۔[87]

علامہ مصطفی طائی حنفی

اور علامہ مصطفی بن محمد طائی حنفی متوفی ۱۱۹۲ھ لکھتے ہیں: مگر جب (نبی کریم ﷺ کو سبّ و شتم) اعلانیہ کرے اور اس کا عادی ہو تو حق یہ ہے کہ اُسے قتل کیا جائے گا۔[88]

نعمانِ ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی سندھی حنفی

نعمان ثانی امام قاضی مخدوم عبد الواحد سیوستانی سندھی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں کہ لیکن "بحر محیط" میں ہے کہ گالی دینے والا ذمّی قتل کیا جائے گا، یہی معمول مفتیٰ بہ ہے جیسا کہ "در مختار" سے مستفاد ہے، ذِکر کیا کہ علامہ بدر الدین عینی (حنفی) نے فرمایا

۸۷۔ غایۃ الحواشی، کتاب الجھاد، باب الوظائف، تحت قولہ: أو سبّ النبی ﷺ، ۳/ ۲۰

۸۸۔ کنز البیان مختصر توفیق الرحمن، کتاب السیر، باب العشر و الخراج والجزیۃ، فصل فی أحکام الجزیۃ، ص۲۱۰

کہ میرے نزدیک (کسی نبی کو) گالی (دینے والے کی بارے) میں مختار یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جائے اور (محقّق علی الاطلاق امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد) ابن ہمام نے اسی کا اتباع کیا، میں کہتا ہوں کہ اسی پر فتویٰ دیا (علامہ) خیر الدین رملی نے فرمایا: یہی امام شافعی کا قول ہے، پھر میں نے "معروضاتِ مفتی ابی سعود" میں دیکھا کہ سلطان نے ہمارے ائمہ جو (شاتم رسول کے) قتل کے قائل ہیں اُن کے قول پر عمل کرنے کا حکم دیا جب کہ ظاہر ہو جائے کہ (سبّ و شتم) اُس کی عادت ہے اور اِسی پر فتویٰ دیا گیا ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن کمال پاشا (حنفی) نے "الاحادیث الأربعینیۃ" میں فرمایا کہ حق یہ ہے کہ جب وہ (گُستاخ) حضور ﷺ کو اعلانیہ سبّ و شتم کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے گا اور "ذخیرۃ" کی کتابُ السیر میں اس کی تصریح کی ہے۔[89]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں: مذہب حنفی کے فتاوی میں ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے تو اُسے قتل کر دیا جائے اس کی توبہ قبول نہ کی جائے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔[90]

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: علامہ علم الہدٰی نے "بحر المحیط" میں لکھا ہے کہ جو ملعون سرور کائنات کی جنابِ پاک میں گالی دے یا اہانت کرے یا اُمور دینیہ یا صورت مبارک یا آپ کے اوصاف شریفہ میں سے کسی وصف میں عیب زنی کرے چاہے مسلمان ہو یا ذمّی یا حربی اگرچہ ازراہِ مذاق کی ہو کافر ہے واجب القتل ہے اس کی توبہ قبول نہیں۔ الخ[91]

۸۹۔ الفتاوی الواحدی، ۲/ ۲/ ق۹۲

۹۰۔ تفسیر المظھری، سورۃ التوبۃ، الآیۃ:۲۹، ٤/ ۱۹۱

۹۱۔ مالابد منہ، ترجمہ باب کلمات الکفر از فتاوائے برہانی، ص۱۲٦

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: مراد یہ ہے کہ (اسقاطِ قتل میں) اُس (شاتم رسول ﷺ) کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔(92)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین حنفی

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی گستاخِ رسول کی بطور حدّ قتل اور توبہ کی قبول نہ ہونے پر عوام وخواص کا اجماعِ ذکر کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: امت مسلمہ کے خواص یعنی ائمہ، فقہاء اور عامۃ المسلمین سے یہ بات تواتر کی ساتھ حتمی و قطعی طور سے ثابت ہے کہ (نبی کریم ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کی) قباحتیں جب گمراہ لوگوں میں جمع ہو جائیں اور کوئی اس سے متصف ہو جائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور بالاتفاق اُسے قتل کرنا واجب ہے اور اس کی توبہ اور تجدیدِ اسلام سزائے قتل کو معاف اور ساقط کرنے کی بارے میں قبول نہ ہو گا، چاہے پکڑے جانے کے بعد اس کی توبہ پر شہادت بھی مل جائے یا وہ بذات خود تائب ہو کر آئے یہ حدّ واجب ہے جسے باقی تمام حدود کی طرح توبہ ساقط نہیں کرتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گُستاخی اس ارتداد کی طرح نہیں جس میں توبہ قبول ہو جاتی ہے۔(93)

۹۲۔ حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، تحت قوله: لا تقبل توبته مطلقاً، ۲/ ۴۸۱

۹۳۔ فتاوی تنقیح الحامدية، کتاب الشرکة، باب الردّة و التعزیر، مطب: قال: لو شفع النبی لا أفعل، ۱/ ۱۰۴

اور دوسری جگہ عدم قبول توبہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کیونکہ حدّ ساقط نہیں ہوتی، اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم انبیاء کی ساتھ خاص ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہو گی، اسی طرح "بحر الرائق" میں ہے۔(94)

علامہ محمد عابد انصاری سندھی حنفی

علامہ محمد عابد انصاری سندھی حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ لکھتے ہیں: انبیاء علیہم الصلاۃ و السلام میں سے کسی نبی کو گالی دینے کے سبب کافر ہونے والا بطور حدّ قتل کیا جائے گا اگرچہ عند اللہ اُس کی توبہ بلاخلاف مقبول ہو گی جیسا کہ "نہر الفائق" اور "بحر الرائق" میں ہے .... لیکن اس سے قتل کسی حال میں بھی ساقط نہ ہو گا، پس وہ بطور حدّ قتل کیا جائے گا اور حدّ توبہ سے ساقط نہیں ہوتی........ صاحبِ دُر کا قول کہ "اُس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی" یعنی اُس سے قتل کے اسقاط کے حق میں (توبہ قبول نہیں کی جائے گی) جیسا کہ "نہر الفائق" کی عبارت میں ہے، صاحبِ دُر نے فرمایا کہ "مطلقاً" (اُس کی توبہ قبول نہیں ہو گی) چاہے اُس پر قدرت پانے کے بعد توبہ کرے (ق ۲۸۲/ ب) یا گواہی کے بعد یا خود ہی تائب ہو کر آئے مثل زندیق کے، پس تحقیق یہ حد ہے جو واجب ہوئی ہے جو توبہ سے ساقط نہ ہو گی اور اس میں کسی کا اختلاف متصوّر نہیں ہے۔(95) کیونکہ

۹۴۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سابّ الأنبياء، ۶ / ۳۵۶

۹۵۔ دیکھئے علامہ محمد عابد ایوبی انصاری سندھی ایک حنفی عالم ہیں جو توہین رسالت کی سزا کو جو کہ قتل ہے وہ اسے حد قرار دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں یہ سزا "توبہ سے ساقط نہ ہو گی" کیونکہ یہ حد ہے اور فرماتے ہیں کہ "اس میں کسی کا اختلاف متصوّر نہیں ہے" یہ حنفی عالم ہونے کے ناطے اسی جرم کی سزا کو بیان فرما رہے ہیں اور اس میں انہوں نے حنفی مذہب کو بیان کیا ہے نہ کہ کسی اور مذہب کو کیونکہ انہوں نے در مختار پر اپنی شرح میں یہ کلام فرمایا اور "در مختار" تنویر الابصار کی شرح ہے جو کہ فقہ حنفی کی مشہور کتب ہیں۔

یہ ایسا حق ہے کہ جس کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے، پس وہ آدمیوں کے تمام حقوق کی طرح توبہ سے ساقط نہیں ہو گا الخ۔[96]

سیف المسلول شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی حنفی

سیف المسلول حضرت علامہ شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی متوفی ۱۲۸۹ھ لکھتے ہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول کو ایذاء دینا اپنی کتاب میں حرام فرمایا، اُمت کا اِس پر اِجماع ہے کہ حضور کی تعظیم جو واجب ہے اس کے بر خلاف کسی قسم کی تحقیر کے ذریعے حضور کی تنقیص کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور حضور کو دُشنام دینے والا بدرجۂ اُولیٰ اس حکم کا مستحق ہے۔[97]

علامہ نظام الدین کیرانوی حنفی

علامہ نظام الدین کیرانوی حنفی لکھتے ہیں: اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی چاہے خود تائب ہو کر آئے یا اس پر گواہ قائم ہوں، اسی طرح "بحر الرائق" میں ہے اور مراد یہ ہے کہ اسقاطِ قتل میں اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی جیسا کہ "فتح القدیر" میں ہے اور "بحر الرائق" میں ہے کہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اس کی توبہ عند اللہ مقبول ہے۔[98]

امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی

برصغیر پاک وہند کے مشہور فقیہ اور محدّث امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: سید عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزارہا ائمہ دین کے نزدیک اصلاً قبول نہیں اور اسی کو ہمارے علمائے حنفیہ نے امام بزازی، وامام محقّق علی

۹۶۔ طوالع الأنوار شرح الدر المختار، کتاب الجهاد، باب المرتدین، مع توبة الکافر بسبّ الخ، ق۲۸۲/ ب، و ۲۸۳/ أ

۹۷۔ المنتقد، باب دوم، فصل دوم، ص۲۲٤

۹۸۔ کشف الأستار حاشیة الدُّرّ المختار، کتاب الحدود، باب المرتد، تحت قوله: لا تقبل توبته، ۱/ ۳۵٦

الاطلاق ابن الہمام، وعلامہ مولیٰ خسرو صاحب وعلامہ زین الدین ابن نجیم صاحب بحر الرائق، والاشباہ والنظائر، وعلامہ عمر ابن نجیم صاحب، نہر الفائق، وعلامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی صاحب، تنویر الابصار، وعلامہ خیر الدین رملی صاحب فتاوی خیریہ وعلامہ شیخی زادہ صاحب، مجمع الانہر، وعلامہ مدقق محمد بن علی حصکفی صاحب، درمختار وغیرہم عمائد کبار علیہم رحمۃ اللہ العزیز الغفار نے اختیار فرمایا۔[99]

علامہ سلطان جان مسعودی حنفی

علامہ سلطان جان مسعودی حنفی لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دینے سے ہونے والا کافر بطور حدّ قتل کیا جائے گا اور دنیوی حکم میں اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی مگر عند اللہ اُس کی توبہ قبول ہو گی۔[100]

علامہ سید احمد سعید کاظمی

علامہ سید احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں: وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی توہین صریح کی تاویل کر کے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں بالکل اسی طرح قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجب ہے۔[101]

سلاطین اسلام

بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد سے صحابہ کرام علیہم کے زمانے تک کے واقعات وارشادات میں سے کچھ پہلے ذکر کرایا گیا ہے۔ اب ہم بنواُمیہ کے دَور سے گستاخی کے ارتکاب اور اس پر سزاؤں کے واقعات میں سے کچھ بیان کرتے ہیں۔

99. تمہید الایمان، ص۴۰، مطبوعہ: مطبعہ رضویہ، سکھر

۱۰۰۔ الفتاوی السلطانیة، مبحث الارتداد الخ، مطلب فی عدم قبول التوبة، ص۲٤۱

۱۰۱۔ مقالات کاظمی

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا فرمان

دَورِ بنو اُمیہ کے مشہور خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (نبی کریم ﷺ کو سبّ و شتم کرنے والے کو) قتل کر دیا جائے۔[102]

اور ان کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کو ایک شخص نے گالی دی، آپ نے لکھا کہ کسی شخص کو قتل نہ کیا جائے مگر اُسے قتل کیا جائے جو رسول اللہ ﷺ کو گالی دے۔[103]

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے تاریخی الفاظ جو "شفاء شریف" میں مذکور ہیں وہ یہ ہیں کہ "جو شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرے اُس کا خون حلال اور مباح ہے"۔[104]

اور امام بیہقی نے اس واقعے کو اس طرح نقل کیا کہ خلیفہ اسلام حضرت عمر بن عبد العزیز کے دَور میں گورنر کوفہ نے آپ کو خط لکھا کہ ایک ایسے شخص کو کناسہ بازار سے گرفتار کیا گیا ہے جو آپ کو گالیاں دیتا ہے اور گواہی موجود ہے، میں نے ارادہ کیا تو اُسے قتل کر دوں یا اُسے سخت سزا دوں، پھر سوچا آپ سے مشورہ کر لوں؟ تو سیدنا عمر بن عبد العزیز نے

۱۰۲۔ الصارم المسلول، المسئلة الأولى: أنّ من سبّ النبی ﷺ من مسلم أو كافر فإنّه يجب قتله، ص۱۰

۱۰۳۔ السيف المسلول، الباب الأول، الفصل الأول، المسئلة الأولى، ص۹۹

۱۰۴۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفىٰ، القسم الرابع، الباب الأول، الفصل الثانی: الحجة فی إيجاب قتل مَن سبّه أو عابه ﷺ، ۳۷٤۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے اِس فرمان میں ہمارے ملک کے حکمران طبقے اور دانشوروں کے لئے غور و فکر کا سامان ہے، وہ مُلکِ پاکستان اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے مُلک کا موازنہ کر لیں، اُن کی مملکت کتنی وسیع و عریض تھی اور آج ہمارا ملک اُس کے مقابلے میں کتنا چھوٹا ہے پھر اپنے مقام کے لحاظ سے اپنی فرض کو پہچان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکومت دی ہے تو ہم پر فرض ہے کہ ہر شاتمِ رسول کو اس کے انجام تک پہچانے میں تاخیر نہ کریں اور اس میں کسی مصلحت اور رواداری کو آڑے نہ آنے دیں اور اس میں کسی کا دباؤ قبول نہ کریں۔

سلام کے بعد لکھا کہ اے گورنر! اگر تو اُسے قتل کر دیتا تو میں تجھے قتل کر دیتا، میرا خط پہنچنے کے بعد اُسے کناسہ چھوڑ دو، مجھے یہ بات سزا دینے سے زیادہ پسند ہے اور یاد رکھو کہ کسی انسان کو گالی دینے والے کا قتل جائز نہیں سوائے رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والے کے، کیونکہ جب وہ توہینِ رسالت کرتا ہے تو اُس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔[105]

خلیفہ ہارون الرشید

عباسی دَورِ خلافت کے مشہور خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک سے دریافت کیا کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے کی سزا کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ فقہاءِ عراق نے مجھے اس بارے میں کوڑے لگانے کی سزا کا فتویٰ دیا ہے۔[106]

تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: اے امیر المؤمنین! گستاخِ رسول گستاخی کی بعد بھی زندہ رہے تو پھر اُمت کو زندہ رہنے کا حق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے گستاخ کو فی الفور گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔[107]

۱۰۵۔ السنن الكبرى، ۸/ ۱۸٤

۱۰٦۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ فقہاء عراق کے فتویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں وہ فقہاء عراق کون ہیں جنہوں نے ہارون رشید کو یہ فتویٰ دیا جو اُس نے ذکر کیا ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہوں جو علمی شہرت نہ پا سکے یا جن کے فتویٰ پر اعتماد نہ کیا جاتا ہو یا اُس کی نفسانی خواہش اُسے اس طرح جھکا رہی ہو یا اُس نے جو کہا وہ اُن فقہاء کے نزدیک غیر مسبّ پر محمول کیا گیا ہو یا پھر اختلاف اس امر میں ہو گا کہ کلام مسبّ ہے یا نہیں یا وہ شخص اپنے مسبّ سے رجوع کر کے توبہ کر چکا ہو۔ تو ہارون الرشید (بادشاہ) نے امام مالک کے سامنے اصل بات بیان نہ کی ہو ورنہ وہ شخص جس نے آپ ﷺ کو مسبّ کہا ہو اس کے قتل پر اجماع ہے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ)

۱۰۷۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ ﷺ، القسم الرابع، الباب الأول، الفصل الثانی: فی الحجة فی إيجاب قتل من سبّه أو عابه ﷺ، ص٤٨٤

فقہاء قیروان

ابراہیم فرازی ماہر علام مشہور زمانہ شاعر تھا۔ وہ قاضی عیاض بن طالب کی علمی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا، معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتا ہے اور مذاق اڑاتا ہے تو قاضیٔ وقت اور دیگر فقہاء نے اس کو عدالت میں طلب کیا اور اس کا یہ عمل ثابت ہونے پر پھانسی کی سزا دی گئی۔[108]

فقہاء اندلس

فقہاء اندلس نے فقیہ ابن حاتم طُلیطلی سے حضور ﷺ کی شان میں استخفاف کے ثبوت کے بعد اُسے قتل کرنے کا فتویٰ دیا۔[109]

سلطان نور الدین زنگی

۵۵۷ھ میں سلطان نور الدین زنگی کے زمانے کا مشہور واقعہ ہے۔ تین راتیں سلطان نور الدین زندگی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور ﷺ نے خواب میں دو نیلی آنکھوں والے آدمی دکھلا کر حکم دیا کہ میری ان سے حفاظت کرو۔ جب سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر کھوج لگایا تو عُقدہ کھلا کہ دو نصرانیوں نے ایک سرائے سے حضور ﷺ کے روضۂ اقدس تک زیر زمین سرنگ کھود رکھی تھی۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ عیسائی بادشاہوں نے ان کو بیش بہا دولت دے کر حضور ﷺ کی جسم اطہر نکال کر لانے پر مامور کیا تھا۔ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ آتشِ غضب سے بھڑک اُٹھے، ان دونوں کو قتل کر دیا اور حجرہ مبارک

۱۰۸۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الرابع، الباب الأول، ص۳۷۱

۱۰۹۔ الشفا بتعریفِ حقوق المصطفی، القسم الرابع، الباب الأول فی بیان ماھوفی حقّہ ﷺ سبّ الخ، ص ۳۷۱

کے گرد اتنی گہری بنیادیں کھدوائیں کہ پانی نکل آیا تو ان بنیادوں میں اُس نے سیسہ ڈلوا دیا تاکہ آئندہ کسی ملعون کو آپ ﷺ کی لحد مبارک تک رسائی کا موقعہ نہ ملے۔[110]

سلطان صلاح الدین ایوبی

شیطان صفت پرنس ارطاق والیٔ کرک ریجی نالڈ نے جزیرہ نمائے عرب پر لشکر کشی کی تاکہ روضہ اقدس کو منہدم اور خانہ کعبہ کو مسمار کرے۔ مدینہ سے اسلامی لشکر مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے، جن کو دیکھ کر وہ اپنے جہازوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں بھاگ گئے۔ مسلمان سپاہ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا لیکن ریجی نالڈ جان بچانے اور بھاگ جانے کے بعد بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا۔ مسلمانوں کے ایک کارواں کو ۱۱۷۹ء میں لوٹا اور تمام آدمی گرفتار کر لئے۔ بادشاہ یروشلم نے واپسی کے لئے سفیر بھیجے تو اُس نے مذاق اڑا دیا۔ اسی طرح پھر اُس بدبخت نے ۱۱۸۳ھ میں وہی حرکت دہرائی۔ ۱۱۸۶ھ میں مسلمان تاجروں کا ایک قافلہ لوٹ کر اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ جب اُن لوگوں نے رہائی کے لئے کہا تو اُس دشمن خدا نے کہا: تم محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہو، اُس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آکر تم کو چھڑائے۔ جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کو ریجی نالڈ کی اس گستاخانہ گفتگو کی خبر ملی تو اُس نے قسم کھائی کہ اگر خدا نے چاہا تو اس کافر کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔ صلیبی جنگوں میں فرنگیوں کو شکست ہوئی تو بادشاہ اور شہزادے سلطان کے سامنے پیش کئے گئے۔ اُس نے ریجی نالڈ کو پہچان لیا اور اُسے اپنی قسم یاد آگئی۔ ریجی نالڈ کو اس کی بداعمالیاں گنوائیں اور خود اُس کا سر قلم کر دیا۔ اُس کے بعد فرمایا: ہم مسلمان ہیں لوگوں کو خواہ مخواہ قتل نہیں کرتے، ریجی نالڈ کو گستاخیٔ رسول کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے۔[111]

۱۱۰۔ تحفظ ناموس رسالت نمبر، سہ ماہی انوار رضا، ص ٤٨٤

۱۱۱۔ ابن اثیر، ۱۱/ ۸۲، کتاب الروضین، ۲/ ۸

مُغلیہ دور اور گستاخ رسول کی سزا

عبد الرحیم قاضی متھرا نے شیخ عبد الغنی چیف جسٹس کو استغاثہ بھیجا کہ مسلمان وہاں ایک مسجد تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایک سر کش بر ہمن نے ان کا سارا عمارتی سامان اُٹھوا لے گیا اور اُس سے ایک بت خانہ کی تعمیر شروع کر وادی۔ جب تادیبی کاروائی کی گئی تو اُس نے گواہوں کی موجودگی میں رسالت مآب ﷺ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ چیف جسٹس نے اُن کو طلب کیا، اُس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ اکبر بادشاہ کا زمانہ تھا، اس نے بیر بل اور شیخ ابو الفضل کو بھیجا اور اُسے لے آئے۔ شیخ ابو الفضل نے اپنی مکمل تحقیق جو گواہی سے کی تھی بیان کی کہ واقعی اس نے گالیاں بکی ہیں۔ علماء کے (اس) معاملے میں دو گروہ ہوگئے، ایک کا فتویٰ قتل تھا اور دوسرا تعزیر کا۔ بحث طویل ہوگئی، شیخ نے بادشاہ پر اصرار کیا، شاہی محل کی بیگمات سفارشی تھیں، بادشاہ نے واضح حکم دینے کی بجائے گول کر دیا، شرعی مسئلہ ہے آپ ہم سے کیا پوچھتے ہیں۔ بالآخر (چیف جسٹس) شیخ عبد الغنی نے اُس گستاخ رسول کے قتل کا حکم دیا اور اُس کی گردن ماردی گئی۔ [112]

ہند میں گستاخ کی سزا کے قانون کی منسوخی

سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد ۱۸۶۰ء سے قبل ہندوستان میں توہینِ رسالت کی سزائے موت کا قانون موجود تھا۔ اس کے بعد جب ۱۸۶۰ء میں فرنگی حکومت نے تعزیراتی قوانین تبدیل کئے تو اس میں سابق قانونِ توہین رسالت کو اس کی اصل شکل میں لانے کی بجائے ایک دفعہ 298 شامل کر دی گئی، جس میں کسی شخص کی اہانت کو جس سے کسی کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہوں اُسے جرم قرار دیا گیا لیکن نہ تو شخصیات کی

۱۱۲۔ التواریخ عبد القادر بدایونی بحوالہ سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد۔ تحفظ ناموس رسالت نمبر، قانون تحفظ ناموس رسالت اور ہماری ذمہ داری، ص ۴۸۹

تخصیص کی گئی اور نہ ہی خصوصی طور پر حضور اکرم ﷺ، آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم یا برگزیدہ شخصیات کی صراحت کی گئی۔ [113]

پاکستان میں قانون توہینِ رسالت ﷺ

جب اللہ کے فضل و کرم اور پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرے اور جذبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ملک عطا فرما دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ پاک کے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خاندانِ نبوت علیہم السلام کے سلسلہ میں صحیح حالت میں قوانین مرتّب ہوتے اور اس سے صحیح معنوں میں اس کے احسان کا شکر ادا کیا جاتا لیکن وہ قوانین اسی حالت میں تعزیراتِ پاکستان میں شامل کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔ اس سے حوصلہ پا کر بہت سے فتنوں نے سر اُٹھایا، ملک کے گوشے گوشے سے مسلسل اس کے متعلق تحریکیں چلتی رہیں۔ بالآخر 1978ء میں توہینِ رسالت اور دیگر شخصیات مقدسہ کی توہین کے لئے قانون سازی ہوئی اور 295A-B-C اور 298A-B-C منظور ہوئے۔ جس میں توہینِ رسالت مآب ﷺ کی سزا موت کے ساتھ ساتھ عمر قید بھی رکھی گئی۔ چنانچہ جناب محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے 1991ء میں اس کی تصحیح کے لئے فیڈرل شریعت کورٹ میں بذریعہ رٹ چیلنج کیا۔ جس میں 7 ججوں کے فل بنچ نے اس گھناؤنے جرم توہینِ رسالت ﷺ کی سزا صرف اور صرف موت ہی قرار دی۔ عمر قید کے الفاظ قانون سے حذف کرنے کا حکم دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مملکت خداداد پاکستان میں جن کے دل میں حضور ﷺ کے خلاف بغض کا روگ تھا اس قانون کے ڈر سے ارتکاب سے باز رہے۔ اگر اکّا دکّا واقعات ہوئے تو قانون حرکت میں آیا۔

۱۱۳۔ سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد، تحفظ ناموس رسالت نمبر، ص ۴۸۹-۴۹۰

متن قانون توہین رسالت 295-C

جو کوئی زبانی یا تحریری طور پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی یا بالواسطہ اشارۃً کنایۃً نام محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت کا مستوجب ہو گا"۔

یہ قانون وفاقی شرعی عدالت اسلامی جمہوریہ پاکستان نے منظور کیا پھر اسے قومی اسمبلی نے فوجداری قانون (ترمیمی) ایکٹ نمبر 3 سال 1986 کی صورت میں منظور کیا۔[114]

295-C قانون امتناع رسالت ﷺ کا پس منظر

حافظ شفیق الرحمن لکھتے ہیں: دفعہ 295-C کو تعزیرات پاکستان میں شامل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ آیئے اس امر کا اجمالی جائزہ پاکستان کے نامور قانون دان اور آئینی امور کے ماہر محمد اسماعیل قریشی کی کتاب "ناموس رسول ﷺ اور قانونِ توہین رسالت" میں عرض مصنف کے عنوان کے تحت مندرج حقائق کی روشنی میں لیں۔ تاریخ بتاتی ہے "برصغیر پاک وہند میں برطانوی دورِ استعمار سے قبل حتی کہ مغل شہنشاہ اکبر کے سیکولر دور میں بھی شاتمِ رسول کو سزائے موت دی گئی لیکن جب اس ملک پر سازشوں کے ذریعے انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہوا تو انہوں نے توہین رسالت کے اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا۔ پھر انگریز حکومت ہی کی شہ پر جب ہندوؤں، آریہ سماجیوں اور مہاسبھائیوں نے مسلمانوں کی دلآزاری کرتے ہوئے پیغمبر اسلام کی ذات گرامی پر حملے کرنے شروع کر دیے تو مسلمانوں نے شاتم رسول کو قتل کر کے اقرار جرم کرتے ہوئے دارورسن کی روایت کو از سر نو زندہ کیا۔ مسلمانوں کے احتجاج اور مولانا محمد علی جوہر کی تحریک پر اس وقت کی قانون ساز اسمبلی نے 1927ء میں ایک معمولی سی دفعہ 295-A کا

114۔ قانون ناموس رسالت کی شرعی حیثیت، سہ ماہی انوار رضا، جوہر آباد، تحریر پیر محمد افضل قادری، ص462

تعزیرات ہند میں اضافہ کیا، جس کی رو سے توہین مذہب کے جرم کی سزا دو سال تک قید یا جرمانہ مقرر ہوئی لیکن اس سے مسلمانوں کی اشک شوئی نہ ہو سکی۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہ توقع تھی کہ یہاں ناموسِ رسالت اور اس کی توہین کو سنگین جرم تصور کرنے سے انکار کرنے والے بھی توہین کے جرم کی شرعی سزا، سزائے موت کا قانون پھر سے بحال ہو جائے گا لیکن کسی بھی مقننہ یا حکومت کو اس بارے میں پیشرفت کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ اسی اثناء میں اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لئے سازشوں کا جال سارے ملک میں بچھا دیا۔ زر خرید ایجنٹوں کے ذریعے یہاں کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لئے لادینی لٹریچر بھی پھیلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک کمیونسٹ مشتاق راج کا ذکر ضروری ہے جس کی اشتعال انگیزی قانون توہین رسالت اور اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ مشتاق راج نے 1983ء میں Heavenly communism (آفاقی اشتمالیت) نامی ایک کتاب لکھی جو ملک کے تعلیم یافتہ طبقوں میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس کتاب میں نہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ تمسخر کیا گیا بلکہ مذاہب اور ادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر نہایت گھٹیا اور سوقیانہ حملے کئے گئے اور انتہا یہ تھی کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس (پاکستان زون) کا اجلاس طلب کیا جس میں پاکستان کے نامور علمائے دین کے علاوہ بیرون ملک سے عالم اسلام کے دو ممتاز اسکالرز ڈاکٹر ربیع المدخلی اور پروفیسر سید صالح نے بھی شرکت کی۔ سب علماء کرام کا متفقہ فتویٰ تھا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے۔ لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ناپاک کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لے اور بغیر کسی تاخیر کے امتناعِ توہین رسالت کا قانون بنا کر اسے نافذ العمل کر دیا جائے تاکہ آئندہ کسی بدبخت کو اہانتِ رسول کی جرأت نہ ہو سکے۔

لاہور ہائیکورٹ بار ایسوی ایشن اور بار کونسل نے بھی راقم کی تحریک پر مشتاق راج کو بار کی رکنیت سے خارج کر دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اسے گرفتار کر کے عبرتناک سزا دی جائے اور ناپاک کتاب کی ساری کاپیاں فوری ضبط کر لی جائیں۔ اہل لاہور کو جب اس کتاب کی اشاعت کا علم ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے اور حکومت نے امن وامان کی صورتحال اور بار ایسوسی ایشن کی قرارداد کے پیش نظر اسے زیر دفعہ 295-A گرفتار کر لیا۔ تعزیرات پاکستان میں اس وقت تک توہین رسالت جیسے سنگین اور دلآزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی۔ ملک عزیز کے تمام مکاتب فکر کے علماء، وکلاء، بار ایسوسی ایشنز اور دینی تنظیموں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس سلسلے میں فوری طور پر قانون سازی کی جائے۔ پاکستان کے قومی اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اور اس کی حمایت میں اداریے لکھے۔ بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامیانِ پاکستان کے اس مطالبے کا نوٹس لیا اور شیخ غیاث محمد (سابق اٹارنی جنرل آف پاکستان) کی تحریک پر حکومت نے سفارش کی توہین رسالت کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے۔ میں نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور تمام صوبوں کے گورنروں کے خلاف اسلامی جمہوری پاکستان کے آئین کی دفعہ 203 کے تحت 1984ء میں اپنے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان، سابق وزرائے قانون، سابق اٹارنی جنرل، سابق ایڈووکیٹ جنرل، لاہور ہائیکورٹ بار اور دیگر بار کونسلوں کے صدر صاحبان سمیت 115 شہریوں کو شامل کر کے شریعت پیٹشن 1/ ایل 1984ء دائر کی۔ مقدمہ کی سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے شروع ہوا، عدالت نے عوام کے نام نوٹس جاری کر دیئے تھے۔ کمرۂ عدالت اور اس کے باہر ہر روز عوام کا ہجوم اس مقدمہ کی کارروائی کی سماعت کے لئے موجود ہوتا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے دوران عجیب وغریب واقعات پیش آئے۔ جن میں دو بڑے دلچسپ اور قابلِ ذکر ہیں۔

ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے جو حکومتِ پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے ہمارے اس مؤقف سے اتفاق کیا کہ شاتمِ رسول واجب القتل ہے لیکن یہ قانونی اعتراض اٹھایا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کی پیش نظر ایک اور مسئلہ بھی تھا کہ آیا شاتم رسول کی سزا کا معاملہ قانون ساز اسمبلی سے متعلق ہے یا فیڈرل شریعت کورٹ اس بارے میں وفاق پاکستان کو حکم نامہ جاری کرنے کی مجاز ہے۔ بہر حال فریقین کے دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا۔

اسی اثناء میں ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا۔ ماہ جولائی 1984ء میں ایڈووکیٹ عاصمہ جہانگیر نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں کچھ ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے جو سامعین اور امت مسلمہ کی دلآزاری کا باعث بنے تھے۔ اس پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس نے اپنے خصوصی اجلاس میں پاکستان کے تمام سربر آوردہ علماء اور وکلاء کی جانب سے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر شاتم رسول کے بارے میں سزائے موت کا قانون منظور کرے اور فیڈرل شریعت کورٹ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ شریعت پیٹشن پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ آپا نثار فاطمہ نے اس قابل اعتراض تقریر کا قومی اسمبلی میں سختی سے نوٹس لیا اور پھر راقم الحروف کے مشورے سے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ 295-C کا بل، جس کی رُو سے شاتم رسول کی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی، پیش کیا۔ جب یہ بل اسمبلی میں آپا نثار فاطمہ نے پیش کیا کسی کو اس کی مخالفت کی جرأت نہ ہو سکی۔ البتہ وزارت قانون کی طرف سے اس بل کی یہ ترمیم کر دی گئی کہ شاتم رسول کی سزا، سزائے موت یا عمر قید ہو گی۔ اس طرح 295-C کا تعزیرات

پاکستان میں اضافہ کر دیا گیا۔ چونکہ اس دفعہ سے راقم الحروف، آپا نثار فاطمہ، علماء کرام، وکلاء اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے، اس لئے دوبارہ فیڈرل کورٹ میں C-295 کو راقم نے مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے اس بناء پر چیلنج کر دیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی سزا میں کمی یا اضافہ کا اختیار کسی کو بھی نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔

اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت یکم اپریل 1978ء کو شروع ہوئی۔ اس مقدمہ کی سماعت لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ جو جناب جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس، جناب جسٹس عبد الکریم خان کندی، جناب جسٹس عبادت یار خان، جناب جسٹس عبد الرزاق تھہیم اور جناب ڈاکٹر فدا محمد خان پر مشتمل تھا، کے سامنے ہوئی۔ بالآخر وہ ساعت سعید بھی آ گئی، جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر پٹیشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قرآن و سنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ 295-C سے حذف کیا جائے۔ اس کے لئے حکومت کو 30 اپریل 1991ء تک کی مہلت دی گئی۔ اس فیصلہ کے بعد پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف نواز شریف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی، جس کا نوٹس بھی ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کی جانب سے مجھے وصول ہو گیا، جس پر راقم نے وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر واپس لے ورنہ اس انتہائی حساس مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات حکومت کے خلاف مشتعل ہو جائیں گے اور اس حکومت کا بھی خدانخواستہ وہی انجام ہو گا جو اس کی پیشرو بینظیر حکومت کا ہو چکا ہے، جس نے اسلامی قوانین کو اپنی کابینہ میں ظالمانہ اور فرسودہ قرار دے کر قصاص اور دیت کے قانون کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن سپریم کورٹ نے راقم کی درخواست پر کابینہ کی

اس کاروائی کا سختی سے نوٹس لے کر قانون میں قصاص و دیت کے خلاف گورنمنٹ کی توجہ مبذول کرانے پر فوری اور بروقت نوٹس لیا اور برسر عام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہ تھا ورنہ ایسی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر اس جرم کی سزائے موت سے بھی سنگین تر اسلامی سزا موجود ہوتی تو ہم بہر صورت نافذ کرتے۔ چنانچہ اُن کے حکم سے توہین رسالت کی سزائے موت کے خلاف سپریم کورٹ سے یہ اپیل واپس لے لی گئی، جو بوجہ دستبرداری خارج ہو گئی، جس کے بعد یہ قانون مکمل طور پر سارے ملک میں نافذ ہو گیا۔ (115)

قانون تحفظ ناموس رسالت-295 C پر ایک نظر

جنرل مشرف کی نگراں کابینہ کے وفاقی وزیر و گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل پر مغربی افکار کے علمبرداروں، روشن خیالوں نے ایک لاحاصل بحث چھیڑ رکھی ہے جس کا مقصد C-295 کے قانون میں ترامیم اور پاکستانی ریاست کا مذہب سے علیحدگی ہے۔ وہ اپنی ان کوششوں میں ہمیشہ ناکام رہے۔ موجودہ واقعہ تسلسل ہے آسیہ بی بی نامی خاتون سے متعلق انگریزی اخبار دی نیوز کے مطابق جون 2009ء میں توہین رسالت کا واقعہ پیش آیا۔ ایس پی سطح کے اعلیٰ افسر نے 27 گواہوں اور ملزمہ کی جانب سے 5 گواہوں سے تفتیش کے بعد مقدمہ سیشن عدالت میں دائر کیا گیا۔ تقریباً 17 ماہ تک کیس چلتا رہا۔ 8 نومبر 2010ء کو سیشن عدالت نے C-295 کے تحت توہین رسالت کا جرم ثابت ہونے پر آسیہ بی بی کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا سنائی گئی۔ گورنر پنجاب مقتول سلمان

۱۱۵۔ روزنامہ دن، جنوری ۲۰۱۱ء / C-295 قانون امتناع رسالت ﷺ کا پس منظر، سہ ماہی انوار رضا، جوہر آباد، ص ۴۵۷ تا ۴۶۱

تاثیر نے تمام ریاستی ذمہ داریوں و تقاضوں سے بالاتر ہو کر 22 نومبر 2010ء کو جیل پہنچ کر ملزمہ آسیہ بی بی سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے عدالتی فیصلے کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس قانون ناموس رسالت کو نہیں مانتے، یہ کالا قانون ہے۔ مقتول گورنر کے ان الفاظ سے مسلمانان پاکستان کے جذبات کو ٹھیس پہنچی اور ملک میں ایک شورش و ہنگامہ مچا، مگر گورنر، ایوان صدر و حکومتی ذمہ داروں میں سے کوئی بھی عوامی رد عمل و عاشقان مصطفی ﷺ کے جذبات کو خاطر میں نہ لایا اور وہ وقت آپہنچا کہ 4 جنوری 2011ء جب پاکستان کے آئین و قانون سے وفاداری کا حلف اُٹھانے والے پولیس سپاہی اور گورنر کے محافظین میں شامل ممتاز حسین قادری نے جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر گورنر پنجاب کو ناموسِ رسالت کے قانون کو کالا قانون کہنے کے جرم میں قتل کر دیا۔ مغربی و سیکولر سوچ کے علم برداروں نے اس قتل کو پاکستانی ریاست کی ناکامی و مذہبی جنونیت سے جوڑ کر بے مقصد بحث و مباحثہ میں قوم کو الجھانے کی دانستہ کوشش کی۔ پاکستان ایک اسلامی و فلاحی ریاست ہے، جس پر کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔ اس پر علیحدہ سے گفتگو کی جاسکتی ہے۔ قانون توہین رسالت C-295 منتخب پارلیمنٹ کا متفقہ قانون ہے، یہ کوئی نیا قانون نہیں بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں 14 سو سالوں سے چلا آرہا ہے۔ پاک و ہند میں قانونِ ناموسِ رسالت ﷺ مغلیہ عہد حکومت کے خاتمے اور 1857ء کی جنگ میں ناکامی امام حُریّت علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی کفایت علی کافی، مولانا احمد اللہ مدراسی سمیت 25ہزار علماء و مشائخ اور اہل علم کی شہادتوں اور ہزاروں کی جلاوطنی و گرفتاریوں کے بعد 1860ء میں برطانوی عہد تسلط میں ختم کر دیا جاتا ہے، اس کے پس پردہ برطانوی حکمرانوں کے عزائم کچھ اور تھے، جسے مولانا احمد رضا خان محدّث بریلوی نے بے نقاب کیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: کتاب حسام الحرمین اور 1923ء میں شان رسالت ﷺ کے خلاف ایک کتاب

لکھی گئی جسے راجپال نامی ہندو نے شائع کیا جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے۔ زبردست احتجاج اور اس کتاب پر پابندی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ راجپال کے خلاف عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ سیشن جج نے راجپال کو مجرم قرار دے کر سزا سنائی جس کے بعد لاہور ہائی کورٹ نے سزا کے خلاف اپیل میں مجرم کو اس بنیاد پر رہا کر دیا کہ اس وقت توہینِ مذہب اور گستاخیٔ پیغمبر کا کوئی قانون نہیں ہے۔ مسلمانوں نے اس فیصلے کے خلاف ناموسِ رسالت کی تحریک کا آغاز کیا۔ اسی دوران لاہور میں ایک نوجوان غازی علم الدین 6 ستمبر 1929ء کو بازار سے ایک چھری خرید کر راجپال کی دکان پہنچا۔ راجپال اس وقت دکان پر موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر انتظار کے بعد راجپال جونہی دکان میں داخل ہوتا ہے، غازی علم الدین اس چھری سے حملہ کر کے اس بدبخت گستاخ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ راجپال کی ہلاکت کے بعد غازی علم الدین کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کیا جاتا ہے۔ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح نے شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کی درخواست پر تحریکِ ناموسِ رسالت کے عظیم مجاہد کے مقدمے کی پیروی کی۔ غازی علم الدین کو محمد علی جناح نے پیغام بھجوایا کہ وہ کہہ دیں کہ اس نے قتل نہیں کیا۔ غازی علم الدین نے جواباً کہا کہ میں کس طرح کہہ دوں کہ گستاخِ رسولؐ ﷺ کو میں نے قتل نہیں کیا؟

یہ تو میرے لئے فخر اور آخرت میں بخشش و مغفرت کا ذریعہ ہے۔ 31 اکتوبر 1929ء کو عظمت رسول ﷺ کے پاسبان غازی علم الدین کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے۔ پھانسی گھاٹ پر غازی علم الدین نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں گواہ رہنا میں نے گستاخِ رسول کو قتل کیا ہے، جس نے عظمت مصطفی ﷺ پر حملہ کیا تھا۔ غازی علم الدین کی شہادت سے ایسے حالات پیدا ہوگئے جس پر برطانوی حکومت نے مجبوراً قانون توہینِ رسالت C-295 بنایا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ قانون تعزیراتِ پاکستان میں تبدیل

ہو گیا۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی اسلام دشمن قوتوں اور کانگریس نواز اشرافیہ نے پاکستان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ دشمن یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ مسلمانانِ پاکستان عشقِ رسول ﷺ کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں، جب تک ان کے دلوں میں عظمت مصطفی ﷺ باقی ہے، وہ اپنے مکروہ مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ معروف صحافی انصار عباسی اپنے کالم میں لکھتے ہیں (مفہوم) ایم راج نامی ایک کمیونسٹ ایڈووکیٹ نے 1983ء میں ایک کتاب آفاقی اشمالیت مسلک کے تعلیم یافتہ طبقوں میں مفت تقسیم کی۔ اس کتاب میں نہ صرف اللہ تعالیٰ و مذہب ادیان کا مذاق اڑایا گیا، بلکہ مذہبی پیشواؤں کو مذہبی شیطان کہا گیا اور انتہا یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی گئی۔ محترم اسماعیل قریشی جن کی بڑی کاوشیں ہیں کہ اس قانون ناموس رسالت ﷺ کو موثر بنانے میں انہوں نے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورٹس کا اجلاس بلایا جس میں علماء امت کا متفقہ فتویٰ تھا کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس کتاب آفاقی اشمالیت پر پابندی لگائیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے مسلمانان پاکستان کے اس مطالبے کا نوٹس لیا اور شیخ غیاث محمد سابق اٹارنی جنرل کی تحریک پر حکومت سے سفارش کی گئی کہ وہ توہین رسالت اور ارتداد کی سزا سزائے موت مقرر کی جائے۔ حکومت وقت (ضیائی حکومت) روایتی بے حسی کا مظاہرہ کیا۔ اس حساس و نازک مسئلہ کی جانب توجہ نہ دی لہذا محترم اسماعیل قریشی صاحب وفاقی شرعی عدالت میں جنرل ضیاء الحق (صدر پاکستان) اور صوبائی گورنروں کے خلاف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203 کے تحت 1984ء میں تمام مکاتب فکر کے علماء سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان، سابق وزراء قانون اور شہری نمائندوں کو شامل کر کے شریعت پٹیشن L/A 1984 دائر کی۔ چاروں صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلز نے بھی اس پٹیشن کی حمایت میں دلائل پیش

کئے۔ ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے خود حکومت پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے اور اس موقف سے اتفاق کیا کہ گستاخِ رسول واجبُ القتل ہے۔ ساتھ ہی قانونی اعتراض اٹھایا کہ وفاقی شرعی عدالت کو اس کی سماعت کا اختیار ہی نہیں۔ اسی دوران ایک واقعہ رونما ہوا۔ جولائی 1984ء میں ایک بڑے صنعت کار اور سرمایہ دار قادیانی نے اسلام آباد میں منعقدہ سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ جملے ادا کئے جو سامعین کی دل آزاری کا باعث تھے جس پر سیمینار میں ہنگامہ ہو گیا۔ اخبارات میں خبریں شائع ہونے کے بعد مسلمانوں کی جانب سے سخت احتجاج کیا گیا۔ خاتون رکن قومی اسمبلی آپا فاطمہ صاحبہ نے اس قابل اعتراض تقریر کا نوٹس لیا اور قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان 295 میں ایک مزید دفعہ کا بل پیش کیا جس کی رو سے گُستاخِ رسول کی سزا صرف موت تجویز کی گئی۔ اس قومی اسمبلی میں موجود شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفی الزہری، علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، حاجی محمد حنیف طیب، مولانا محمد علی رضوی، محمد عثمان خان نوری، میر نواز خان مروت اور آپا قمر النسائ قمر صاحبہ و دیگر نے کلیدی کردار ادا کیا جبکہ اس وقت کے وزیراعظم یوسف رضا گیلانی، قائد حزب اختلاف چوہدری نثار، جاوید ہاشمی، چوہدری شجاعت اور کئی نامور سیاست دانوں نے بحیثیت ممبر قومی اسمبلی اس بل پر دستخط کئے۔ فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ نمبر 3/1986 کی شکل میں منظور کر کے تعزیرات پاکستان C-295 کی صورت میں نافذ ہوا۔ جس کے مطابق کوئی عملاً زبانی، اشارتاً یا کنایتاً حضرت محمد مصطفی ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت یا عمر قید کا موجب ہو گا۔ علماء مشائخ اور عوام اس قانون سے مطمئن نہیں ہوئے، اس لئے دوبارہ وفاقی شرعی عدالت میں C-295 کو چیلنج کیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر رہے اور حد کی سزا میں کمی یا اضافہ کرنے کا

اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اس مقدمے کی سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی اور 30 اکتوبر 1990ء کو 295-C میں ترمیم کر کے عمر قید کے الفاظ حذف کر دیئے گئے یعنی گستاخ رسول کی سزا سزائے موت ہو گی۔

اُس وقت کے وزیر اعظم میاں نواز شریف نے عدالت میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی مگر عوامی رد عمل اور اُس وقت کی قائد حزب اختلاف محترمہ بے نظیر بھٹو کی مخالفت کی وجہ سے اپیل واپس لے لی گئی۔ محترمہ سے متعلق اس قانون کی حمایت کا ذکر یوسف رضا گیلانی نے اپنی خود نوشت میں کیا ہے۔ وہ لوگ جو اس قانون کو ایک فرد کا بنایا ہوا قانون کہہ کر قوم وملت کو گمراہ اور حقائق کو مسخ کرتے ہیں،

ان تاریخی حوالہ جات سے عوام کو بے خبر رکھ کر اور بقیہ مسلم ممالک میں رائج قوانین سے 295-C کا موازنہ کر کے قوم کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کے لئے عرض ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دین فطرت ہے۔ اس کے قوانین ہر خطے اور ہر زمانے کے لئے مشعل راہ ہے۔ اگر پوری دنیا میں کہیں بھی اسلامی حکومتیں نہیں ہیں تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ قوانین اسلام کی کوشش بھی نہ کی جائیں۔ اسلامی قوانین تو امن، سکون وسلامتی کو پروان چڑھاتے ہیں۔ جہاں تک اس قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے، اسلامی قوانین تعزیر میں کسی جرم کی جتنی سخت سزا مقرر ہے، اس قدر سخت شرائط اس کے ثبوت کے لئے درکار ہوتے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی ایک خفیہ رپورٹ حالیہ دنوں منظر پر آئی جس کے مطابق 2001ء میں اس اسلامی نظریاتی کونسل کے رُکن، مفتی منیب الرحمٰن صاحب، مفتی رفیع عثمانی سمیت مختلف مکاتب فکر کے علماء کی مشاورت سے قانونِ ناموسِ رسالت 295-C کے غلط استعمال روکنے کے لئے سفارشات پارلیمنٹ کو بھجوائی تھی جس کے مطابق وفاقی شرعی عدالت ان مقدمات کی سماعت کریں جو بھی اس قانون کو غلط

استعمال کرے، اسے بھی سزائے موت دی جائے۔ یاد رہے کہ 2001ء میں روشن خیالوں کے علمبردار جنرل مشرف پاکستان کے اختیارات کل کے مالک تھے مگر انہوں نے بھی اس اہم معاملے میں کوئی دلچسپی نہ لی اور پارلیمنٹ میں قانون سازی کے لئے ان سفارشات نہیں پیش کیا۔ اس رپورٹ سے بھی قوم کو آگاہی ہونی چاہئے کہ 1986ء سے 2009ء تک 295-C کے تحت 964 مقدمات زیر سماعت ہوئے جن میں 479 کا تعلق مسلمانوں سے، 340 کا قادیانیوں، 119 کا عیسائیوں، 14 کا ہندوؤں سے اور 2 افراد دیگر مذاہب نظریات سے وابستہ افراد تھے۔ ان تمام مقدمات میں کسی ایک کو بھی سزائے موت نہیں ہوئی۔

(از محترم جناب سید محمد رفیق شاہ صاحب)

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ



عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

